جلد ۲۷ ❊ شمارہ ۵
۲۸ رمضان المبارک ۱۴۰۱ھ ❊ ۳۱ جولائی ۱۹۸۱ء

اس شمارہ میں

رئیس الادارہ
پیر طریقت حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ
مدیر منتظم
مولوی محمد اجمل قادری
مدیر
محمد سعید الرحمٰن علوی

بدل اشتراک: سالانہ -/۶۰، ششماہی -/۳۰
سہ ماہی -/۱۵، فی پرچہ ۱/۵۰

۲۷ رمضان

"کیا تو نے انہیں نہیں دیکھا کہ جنہوں نے اللہ (تعالیٰ) کی نعمت کے بدلے میں ناشکری کی اور اپنی قوم کو تباہی کے گھر میں اتارا۔"

قرآن عزیز کی چودھویں سورۃ کی آیت ۲۸ کا ترجمہ آپ نے ملاحظہ فرمایا ہے —— آج اداراتی کالم لکھنے کا ارادہ کیا تو ذہن میں یہ آیت آ گئی۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ ہم جس ملک میں بس رہے ہیں وہ ۲۷ رمضان کو معرضِ وجود میں آیا تھا۔ افسوس کہ ۱۴ اگست ہمیں یاد ہے لیکن ۲۷، کسی کو یاد نہیں، تاہم ہے حقیقت کہ ملک ۲۷ کو تقسیم ہوا۔ رمضان کی مبارک و مسعود گھڑیاں تھیں، اس کا آخری عشرہ اور وہ دن جس کے متعلق بہت سے صلحاء اور اہل نظر کی ذوقی تحقیق یہ ہے کہ شب قدر اسی دن ہوتی ہے۔ اس دن اللہ تعالیٰ نے ہمیں ملک بخشا، آزادی کی نعمت دی لیکن ہم نے سب کچھ گنوا دیا اور ۲۴ برس بعد ہم ایک ایسی قوم شمار ہونے لگے جو شکست خوردہ تھی۔ جس سے اپنے ملک کی حفاظت نہیں ہو سکی تھی جو آدھا ملک گنوا چکی تھی —— قرآن عزیز نے سولھویں سورۃ کی ۱۱۲ ویں آیت میں فرمایا: ——

"اور اللہ (تعالیٰ) ایک ایسی بستی کی مثال بیان فرماتا ہے جہاں ہر طرح کا امن چین تھا اس کی روزی با فراغت ہر جگہ سے چلی آتی تھی، پھر اللہ کے احسانوں کی ناشکری کی، پھر اللہ نے ان کے برے کاموں کے سبب سے جو وہ کیا کرتے تھے، یہ مزہ چکھایا کہ ان پر فاقہ اور خوف چھا گیا۔"

اللہ تعالیٰ کا معجز کلام جو حقائق بیان کرتا ہے اس کی تمثیلات

پبلشر مولانا عبید اللہ انور [illegible]

اور مثالیں اتنی صحیح اور درست ہیں کہ ان کے متعلق دو رائیں ہو ہی نہیں سکتیں۔ اور پھر یہ تمثیلات ممکن ہیں کسی خاص بستی کے متعلق ہوں کہ ایسا قرآن میں بہت جگہ ہے لیکن وہ مثالیں کسی خاص بستی یا شہر کے ساتھ مختص نہیں ہوتیں بلکہ مقاصد کے اعتبار سے وہ عام ہوتی ہیں کہ ان میں ضابطہ بیان کیا گیا ہوتا ہے یہاں بھی ضابطے بیان کئے گئے ہیں۔ ان ضابطوں کی روشنی میں ہم اپنے یہاں کا حال دیکھیں تو سر شرم و ندامت سے جھک جاتا ہے ——— کس انداز سے تحریک پاکستان چلائی گئی اور کس طرح قوم نے دیوانہ وار قربانی دی۔ لیکن ملک بنا تو اس کی مسندوں پر وہ لوگ براجمان تھے جن کی صورتیں، جن کی سیرتیں اسلامی روایات سے کسی طرح کا میل نہیں کھاتی تھیں۔ انہوں نے اس ملک میں اسلام، اسلامی نظام، اسلامی اقدار، اسلامی روایات اور اسلامی شخصیات کا جی بھر کر مذاق اڑایا، ہزاروں بچیوں کی عصمتیں انہیں بھول گئیں، لاکھوں قربان ہونے والے مرد انہوں نے فراموش کر دئے۔ انہوں نے سامراج دوستی پر اپنی خارجہ پالیسی استوار کی، سود پر اپنا نظام معیشت ترتیب دیا۔ مادر پدر آزاد جمہوریت کو اپنی سیاست کی بنیاد بنایا۔ دہریہ منکرین رسالت و ختم نبوت، منکرین حدیث و منکرین و دشمنانِ صحابہؓ کو کلیدی آسامیوں پر مسلط کر دیا۔ پھر یہاں جو حالت ہوئی اس سے کون واقف نہیں؟ بے ننگ و نام لوگوں کی بے راہروی کی پاداش میں ۶۵ء کی جنگ ہم پر مسلط ہو گئی خدائے رحیم و کریم نے ایک بار پھر ہم پر اپنا کرم کیا لیکن ہم نے ناشکری کی جو روش اپنائی اس کے نتیجہ میں چھ ہی سال بعد ملک دولخت ہو گیا ہم دنیا میں پٹ گئے، اس کے بعد نئے پاکستان میں اخلاق و شرافت کی جو گت بنی وہ ایک المیہ تھا۔ افسوس کہ بعض شرفاء آج یہ سب کچھ بھول گئے اور انہی دشمنان شرافت و اخلاق سے محبت کی پینگیں بڑھانی شروع کر دیں ———

کاروبار کی بنیاد جھوٹ اور فریب قرار پایا۔ طبقاتی کش مکش عروج پر پہنچ گئی۔ نئی نویلی بستیاں اور ان میں دنیا بھر کی سہولتوں سے آراستہ محلات اور کوٹھیاں اور بیش قیمت کاریں ہمارا مقصد زندگی قرار پایا۔ ہمارے تعلیمی ادارے تعلیم کے بجائے سیاست، غنڈہ گردی کے گڑھ بن گئے۔ غریب کی بہو بیٹی کی عزت بیچ چوراہے کے لٹ گئی۔ خداوندان دیہہ اور سرمایہ پرست طبقہ ایسی آوارگیوں کا شکار ہوا کہ توبہ بھلی!

خیال فرمائیں کہ ۶۵ء کی جنگ سے ہم نے کیا عبرت حاصل کی؟ ۷۱ء کے المیہ سے ہم نے کیا سبق سیکھا؟ اور ۷۷ء کے خونی سال نے ہمیں کیا دیا؟ فیا للعجب و یا حسرتا۔ ہمیں اہل اقتدار سے، علماء سے، ارباب طریقت سے، انتظامیہ اور عدلیہ کے ذمہ دار حضرات سے، تجارت پیشہ لوگوں سے، مزدور کسان، خداوندانِ دیہہ اور صنعت کار و سرمایہ دار سے اور ہر چھوٹے بڑے سے یہ کہنا ہے، دردِ دل کے ساتھ، پوری دلسوزی کے ساتھ کہ رمضان کی ان مسعود و مبارک گھڑیوں میں اللہ تعالےٰ کو راضی کریں ملک کی بہتری و استحکام اور قوم کی روحانی و مادی ترقی کے لئے کام کرنے کا عزم کریں، اپنے گناہوں کی معافی مانگیں ——— قوموں کی زندگی میں ۳۴ سال بہت ہوتے ہیں۔ اب پانی سر سے گذر چکا۔ غربت و افلاس اور خوف و خطر کے سائے ہم پر مسلط ہیں تو یہ سب ہماری اپنی بدعملیوں کے سبب، یہی شب و روز رہے تو صورت حال جو ہو گی اس کا تصور مشکل

(باقی ۲۳ پر)

خطبہ جمعہ

ضبط و ترتیب : علوی

مال حرام سے اجتناب اپنے اوپر لازم قرار دے لیں

○ جانشین شیخ التفسیر حضرۃ مولانا عُبَیداللہ انور مدظلہم ○

بعد از خطبہ مسنونہ:

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:-

وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوا بِهَا إِلَى الْحُكَّامِ لِتَأْكُلُوا فَرِيقًا مِّنْ أَمْوَالِ النَّاسِ بِالْإِثْمِ وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ۔ صدق اللہ العظیم

(البقرہ: ۱۸۸)

بزرگانِ محترم! برادرانِ عزیز! قابل صد احترام خواتین! سورہ بقرہ کے ۲۳ ویں رکوع کی آخری آیت جو سورۃ کی آیت ۱۸۸ ہے۔ آپ حضرات کے سامنے تلاوت کی ہے۔ اس کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں پھر اگلی بات گذارش کروں گا۔

"اور ایک دوسرے کے مال آپس میں ناجائز طور پر نہ کھاؤ اور انہیں حاکموں تک نہ پہنچاؤ تاکہ لوگوں کے مال کا کچھ حصّہ گناہ سے کھا جاؤ، حالانکہ تم جانتے ہو۔"

(حضرت لاہوری قدس سرہٗ)

جس رکوع کی یہ آیت ہے اس کے متعلق گذشتہ جمعہ میں تفصیلاً عرض کر دیا گیا تھا کہ اس کا بڑا حصّہ روزہ کے احکام و مسائل اور فضائل و برکات پر مشتمل ہے اور یہ اس کی آخری آیت ہے جس میں اللہ تعالےٰ نے اپنے بندوں کو حرام کھانے سے روکا ہے۔ روزہ کے متعلق آپ حضرات جانتے ہیں کہ وہ ایک ایسی عبادت ہے جس میں آدمی اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر ایک محدود و متعین وقت میں حلال سے ہاتھ کھینچ لیتا ہے اور اپنے آپ پر مکمل کنٹرول کرتا ہے۔ عام حالات میں فاقہ کشی یا اسی طرح کا معاملہ اللہ تعالےٰ کو پسند نہیں۔ لیکن یہاں یہ عمل انتہائی خیر و برکت کا موجب ہے کیونکہ یہ اللہ تعالےٰ کے حکم سے ہو رہا ہے اور اس عمل سے ان کی رضا حاصل ہوتی ہے اور جس عمل سے وہ راضی ہوں اس کی برکات کا کیا کہنا؟

تئیس دن کے بعد

۲۶ یا ۳۰ دن آدمی نے محنت کی جہد و سعی سے کام لیا۔ اور اپنے آپ کو حلال تک سے بچایا، ٹھنڈا پانی سامنے پڑا رہا لیکن ہاتھ نہیں لگایا۔ انواع و اقسام کے کھانے نظر آتے رہے لیکن نظر اٹھا کر نہ دیکھا۔ وغیرہ ذالک۔ یہ مشق مکمل ہو گئی۔ آدمی کو اپنے آپ پر کنٹرول کرنا آ گیا۔ تو اب اس کا فرض ہے کہ وہ ہر ایسے لقمے سے اپنے آپ کو بچائے جو اللہ تعالیٰ کی ناراضی کا باعث ہو۔ یہی لطیف مناسبت ہے ——— اس آیت کو روزہ کے احکام و مسائل سے ——— حضرت لاہوری قدس سرہٗ اپنے مخصوص حکیمانہ اور متفکرانہ انداز میں آیت کریمہ پر نوٹ لکھتے ہیں:-

"تدبیر منزل کے فرائض انتظامی بھی ختم ہو چکے، تدبیر منزل اور سیاست مدنیہ کے درمیان ایک چھوٹا سا حصہ ہے، جسے شاہ صاحب (حکیم الامت امام ولی اللہ دہلوی قدس سرہٗ) کی اصطلاح میں معاملات کہتے

ہیں اس آیت میں اس کا بیان ہے۔ شلاً چار گھر مل کر رہتے (یا چند آدمی مل کر کاروبار کریں کسی صنعت و انڈسٹری میں شریک ہوں یا محنت و مزدوری یا کھیتی باڑی کا کام مشترکہ انجام دیتے ہوں) تو انہیں تبادلہ اشیاء کی ضرورہی ضرورت پڑے گی۔ اس کے لئے قاعدہ کلیہ بتلا دیا گیا ہے کہ ایک دوسرے کا مال ناراضمندی سے نہ کھاؤ۔ اگرچہ ناحق دعویٰ پیش ہونے پر حکومت کی عدالت بھی اس کے مطابق فیصلہ کر دے۔ (اسلام کے ارفع و اعلیٰ اصولوں کی داد دیں۔ کہ وہ اولی الامر اور صاحب انتظام و اختیار لوگوں نیز عدالت کے وقار پر زور صرف دیتا ہے لیکن کوئی صدرنشین' کوئی صاحب اختیار' کوئی منصف و جج اور قاضی اگر غلط فیصلہ کرتا ہے تو اسے ٹھکرانے کا حکم بھی دیتا ہے۔ کیونکہ قاعدہ یہ ہے۔ لا طاعۃ للمخلوق فی معصیۃ الخالق ۔ جہاں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہوتی ہو وہاں بندوں کی تابعداری کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا) ۔ خدائے تعالیٰ سے ڈرنے والوں کے لئے اصلاح معاملات کا اتنا قانون کافی ہے جتنا اس آیت میں بتلایا گیا ہے۔"

(حواشی قرآن مجید ص۴۵، ذیل آیت ۱۸۸ سورۂ بقرہ)

معاملات کی اصلاح

واقعہ یہ ہے کہ ایک انسان اگر فرائض کے معاملہ میں یہ ذہن رکھتا ہے کہ بس نماز فرض ہے اور روزہ، زکوٰۃ فرض ہے اور حج یا اس کی رفعت پرواز ایک آدھ اور چیز کو فرض سمجھ لیتی ہے اور اس سے آگے وہ کسی چیز کا خیال و دھیان نہیں کرتا تو ایسا شخص روح ایمان سے محروم اور لذتِ اسلام سے ناآشنا ہے۔ اس نے ابھی تک اسلامی تعلیمات کی حقیقت کو پہچانا ہی نہیں اور یا پھر تجاہل عارفانہ سے کام لے کر اپنی عاقبت برباد کر رہا ہے۔ نماز، روزہ، حج زکوٰۃ کی طرح اکل حلال بھی فرض ہے۔ معاملات کی درستگی بھی ضروری اور لازمی ہے دوسروں کے حقوق کا خیال و لحاظ بھی لازم و واجب ہے۔ نماز پڑھ کر ڈنڈی مارنا، روزے رکھ لینا اور پھر دوسروں کا مال ہڑپ کر جانا۔ زکوٰۃ بھی دے دینا اور سودی کاروبار میں بھی پڑے رہنا۔ حج سے مشرف ہو جانا اور پھر ہر برائی میں ملوث رہنا کمال درجہ کی ڈھٹائی، بے شرمی اور بے دینی ہے ایسے ہی لوگوں کے لئے کہا گیا ہے کہ ؎

دھوکے کی محبت سے عداوت بہتر
بگڑی ہوئی عقل سے حماقت بہتر

ایسے لوگ ننگِ اسلام اور ننگِ دین ہوتے ہیں اسلامی معاشرہ کے چہرہ پر کلنک کا ٹیکہ ہوتے ہیں ان کی بدعملیاں اہل اسلام کے لئے رسوائی کا ذریعہ بن جاتی ہیں ـــــ اسی سلسلہ میں ایک اور آیت کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں۔ یہ آیت سورۂ نساء کی ۲۹ ویں آیت ہے:۔

"اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق نہ کھاؤ مگر یہ کہ آپس کی خوشی سے تجارت ہو اور آپس میں کسی کو قتل نہ کرو، بیشک اللہ تم پر مہربان ہے۔"

(حضرت لاہوری قدس سرہٗ)

یعنی

"مسلمانو! دوسرے کا مال سوائے اس کی رضا اور تبادلہ کے نہ کھاؤ ورنہ اکل بالباطل ہوگا ـــــ باہمی رضامندی سے لین دین کرنا ہی حقیقتہً تجارت ہے اس کے سوا ہر شخص کے لئے دو راستے ہیں یہ کہ کسی کی رضامندی کے بغیر اس کا مال ہضم کر لیا جائے دوسرا یہ کہ لین دین کا مسئلہ ہی بند کر دیا جائے۔ معاملات میں جبر و اکراہ کا دروازہ کھولنا بھی موجب ہلاکت ہے لہٰذا اسے قتل نفس کہنا بالکل بجا ہے اور قوم سے لین دین کے تعلقات منقطع کر لینا بھی قتل نفس کے برابر ہے اس لئے کہ اس طرح قوم کی ترقی بالکل رُک جاتی ہے۔"

(حضرت لاہوری قدس سرہٗ ص۱۳۱)

اندازہ فرمائیں کہ دوسروں کا مال ناحق طریق سے اٹھانا کتنے سنگین جرائم کا باعث ہے۔

حلال کھانا

مال طیب و حلال کھانا اتنا ضروری اور لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عام لوگوں سے لے کر حضرات انبیاء علیہم السلام جیسے قدسی صفات بزرگوں تک کو اس کی تلقین کی ـــــ سورۂ بقرہ کی آیت ۱۶۸ کا ترجمہ ہے،

"اے لوگو! ان چیزوں میں سے کھاؤ جو زمین میں حلال و پاکیزہ ہیں اور شیطان کے قدموں کی پیروی نہ کرو بے شک وہ تمہارا صریح دشمن ہے"

(حضرت لاہوری قدس سرہٗ)

یعنی:۔

"جب انسان کو کوئی خصلت پیدا کرنا منظور ہو تو وہ اپنے طرز کو ایسے رنگ میں بدل لیتا ہے جس کے پیشِ نظر مقصد پورا ہو جاتے۔ شلاً پہلوان بننے کے لئے دودھ، گوشت، انڈے اور دوسری مقوی غذاؤں کو لازم کر لیا جاتا ہے۔ اسی طرح جس شخص کو دنیا میں بڑا کام کرنا ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ اپنے روحانی مربی یعنی نبی کے مشورے سے چیزیں صرف کرے تاکہ اس کا مطلب اور ارادہ جلد پورا ہو جائے۔ نبی کی تعلیم کا یہ اثر ہوتا ہے کہ انسان کی عقل میں ایسے علوم اور خیالات بھر دئے جاتے ہیں جن سے اس کے ارادہ میں پختگی پیدا ہو اور وہ جلد منزل مقصود پر پہنچ سکے۔ اس کے برعکس القاء شیطانی اور اتباع شیطان کا یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ انسان کی ہمت پست ہو جائے، نہ ارادوں کی تکمیل ہو اور نہ منزل مقصود پر پہنچنا نصیب ہو لہٰذا اے لوگو! اللہ تعالیٰ کی ہر چیز کو اجازت لے کر (حلال) کھایا کرو اور حلال شدہ چیزوں میں سے بھی ستھری اور پسندیدہ چیزوں کا استعمال کیا کرو۔"

(حضرت لاہوریؒ ص۳۹)

رزق حلال پر کتنی بڑی عمارت تعمیر ہوتی ہے اس کا اندازہ حضرت کے حواشی سے بخوبی ہو جاتا ہے اس سے متصل آیت ۱۷۲ میں مسلمانوں کو خطاب ہے کہ اے ایمان والو! پاکیزہ چیزوں میں سے کھاؤ جو ہم نے تمہیں عطا کیں اور اللہ کا شکر کرو اگر تم اسی کی عبادت کرتے ہو" ـــــ اور سورۂ مومنون کی آیت ۵۱ میں ہے:۔

"اے رسولو! ستھری چیزیں کھاؤ اور اچھے کام کرو۔ بے شک میں جانتا ہوں جو تم کرتے ہو۔"

حضرت لاہوریؒ کے بقول "تمام انبیاء علیہم السلام کی زندگی کا نصب العین طیبات (پاکیزہ چیزوں) کا استعمال اور عمل صالح ہے۔"

الغرض اکل حلال اور اللہ کی عبادت، اکل حلال اور عمل صالح، اکل حلال اور دعاؤں کا قبول ہونا سب چیزیں لازم ملزوم ہیں۔ اس لئے عزیزانِ گرامی! اس رمضان کے روزوں سے یہ سبق سیکھ لیں کہ آج جس طرح اللہ کے حکم سے حلال سے ہم نے ہاتھ کھینچ لیا ساری زندگی اس کے حکم سے حرام سے اجتناب کریں گے۔

اللہ تعالیٰ توفیق عمل دے اور اپنے فضل خاص سے رزقِ حلال وافر مقدار میں عطا فرمائے اور لقمہ حرام سے بچائے۔ آمین!

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین!

کیوں ہلالِ عید پیغام خوشی لاتا نہیں؟

عید الفطر ۱۴۰۱ھ —— آزاد شیرازی، مدیر تذکرہ لاہور

عید آئی ہے عراق و مصر و روم و شام میں   ہے ہلالِ عید لیکن گردشِ ایّام میں
اس خوشی کے روز بھی شاعر کا دل مغموم ہے   جسدِ ملّت، روح کی خوشیوں سے کیوں محروم ہے؟
"نیل کے ساحل سے لے کر تا بخاکِ کاشغر"   ہر مسلماں ذلّت و نکبت میں آتا ہے نظر
جنگ برپا کیوں ہوئی بغداد اور تہران میں   کیوں مسلماں کا لہو ارزاں ہے ہندوستان میں
اک طرف ایٹم کا مرکز ارضِ اسرائیل ہے   دوسری جانب ذلیل اولادِ اسماعیل ہے
کابل و قندھار پر ہیں یورشیں اغیار کی   ہر طرف فوجیں نظر آتی ہیں کیوں کفّار کی
ہے مسلماں پر زمیں کیوں تنگ انگلستان کی   منتظر پھر کیوں ہے دنیا نوح کے طوفان کی
اے مسلماں! وہ تری روحِ اخوّت کیا ہوئی؟   وہ صداقت وہ شجاعت وہ حمیّت کیا ہوئی؟
ابرِ رحمت آج تیرے سر پہ کیوں چھاتے نہیں   اب فرشتے کیوں تری امداد کو آتے نہیں؟
کیوں ہلالِ عید پیغام خوشی لاتا نہیں؟   دوستو! اس کا سبب کیوں ذہن میں آتا نہیں؟
دیر سے بگڑا ہوا ہے چرخِ کجرو کا مزاج!   اتّحادِ امّتِ مرحوم ہے اس کا علاج
پھر مسلمانوں میں پیدا ہو جو روحِ اتّحاد   ہر مسلماں کا ہو نعرہ الجہاد و الجہاد
پھر مسلمانوں میں پیدا ہو اخوّت کا سماں   سرنگوں ہوں اس کے آگے یہ زمین و آسماں

ان غموں سے ملّتِ اسلامیہ آزاد ہو
پھر حقیقی عید کی سب کو مبارکباد ہو

◎

فتح مکہ

ایک پُر امن انقلاب کا پیش خیمہ

عزیز الرّحمان خورشید بھیروی

۲۰ر رمضان ۸ھ فتح مکّہ کا دن ہے یہ واقعہ بھی تاریخ کے ان واقعات میں سے ایک ہے جس پر اہلِ اسلام کو فخر ہے۔ اس کے حالات آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔ بے رحم کفار عرب جو کل تک امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کو مختلف قسم کی اذیّتیں اور تکلیفیں دینے کی قسم کھا رہے تھے آج وہ خود اسیروں کی شکل میں حضور کے سامنے کھڑے ہیں اور اپنے کئے ہوئے مظالم کے پیشِ نظر انجام کو سوچ رہے ہیں لیکن یکایک رحمت عالمؐ کی پیاری اور شیریں زبان سے وہی جملے قریش مکّہ کے حق میں نکلتے ہیں جو سیّدنا یوسفؑ نے افشائے راز کے بعد اپنے بھائیوں سے کہے تھے کہ "جاؤ آج تم پر کوئی الزام نہیں تم سے کوئی بدلہ نہیں لیا جائے گا۔ تم سب آزاد ہو۔"

ذوالقعدہ ۶ھ میں ایک خواب کی بنا پر حضور علیہ السلام چودہ سو صحابہؓ کو ساتھ لے کر بغیر اسلحہ کے عمرہ کی غرض سے مکہ مکرمہ کی طرف تشریف لے جاتے ہیں۔ قریش مکہ کو آپؐ کی تشریف آوری کا علم ہو جاتا ہے۔ وہ مکّہ سے چند میل دُور حدیبیہ کے مقام پر آپؐ کو آکر روک دیتے ہیں درحقیقت کسی مفسد نے قریش کے کان میں یہ بات ڈال دی تھی کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مع اپنے ساتھیوں کے جنگ کی غرض سے آرہے ہیں، آپؐ نے اس خبر کی تردید کرتے ہوئے صاف فرمایا "میں عمرہ کے لیے آیا ہوں، طواف کعبہ کرکے واپس چلا جاؤں گا، میرا مقصد لڑائی بالکل نہیں، تم دیکھتے نہیں کہ ہم بغیر اسلحہ کے ہیں، اگر لڑائی کی خاطر آتے تو مسلح ہوکر آتے۔ لیکن قریش نے آپ کی ایک نہ سُنی اور صاف کہہ دیا کہ ہم کسی صورت میں آپ کو طواف کعبہ کی اجازت نہیں دیں گے حضرت عثمانؓ ذوالنورین کے کچھ رشتہ دار عزیز وغیرہ مکّہ میں تھے۔ آپؐ نے حضرت عثمانؓ کو حکم دیا کہ وہ مکّہ جائیں اور قریشِ مکّہ کو صورتحال سے آگاہ کریں کہ ہمارا ارادہ سوائے عمرہ کے اور کچھ نہیں۔ اس پر بھی کفار نہ مانے آخر یہ کہا کہ اب واپس چلے جاؤ۔ اگلے سال بغیر اسلحہ کے آجانا۔ اور تین دن قیام کرکے واپس چلے جانا۔ اس کے علاوہ حدیبیہ کے مقام پہ ہی حضور علیہ السلام اور کفار کے درمیان ایک معاہدہ ہُوا جو صلح حدیبیہ کے نام سے احادیث اور تواریخ کی کتابوں میں موجود ہے اس کی متعدد شرطیں تھیں منجملہ ان کے ایک شرط یہ بھی تھی کہ جو کافر مسلمان ہوجائے اسے حضورؐ کفار کے پاس بھیج دیں جو مسلمان (نعوذ باللہ) مرتد ہو جائے اسے قریشِ مکّہ واپس نہیں کریں گے۔ آپؐ نے یہ شرط بھی منظور فرمالی۔ صحابہ کرامؓ بڑے ملول ہوئے حضرت عمرؓ سے تو نہ رہا گیا۔ دربار رسالت میں صاف عرض کی کہ یارسول اللہؐ جب آپ رسولِ برحق ہیں، دین ہمارا سچّا ہے تو پھر دب کر صلح کرنے کی وجہ سمجھ میں نہیں آتی آپؐ نے فرمایا "میں اللہ کا رسول ہوں میں جو کچھ کر رہا ہوں درست کر رہا ہوں" صحابہؓ خاموش ہو گئے۔ حضورؐ نے بمعہ صحابہ کرام احرام کھول دیئے اور واپس مدینہ چلے گئے۔ راستہ میں سورۂ فتح نازل ہوئی۔ "ہم نے آپ کو کھلی کھلی فتح عطا کی" صحابہؓ کی سمجھ میں یہ بات نہیں آرہی تھی لیکن اللہ اور رسولؐ کے حکم کے سامنے خاموش تھے۔ اس سے پہلے مسلمانوں کا کفار سے میل ملاپ مشکل تھا اب وہ راستے کھل گئے تبلیغ کے مواقع نکل آئے۔ مکّہ سے ایک آدمی مسلمان ہوکر مدینہ پہنچا حضورؐ نے حسبِ عہد اسے واپس کر دیا۔

وہ بجائے مکہ کے، ساحل سمندر کی طرف چلا گیا اور ایک جگہ ڈیرے ڈال دیئے دوسرا مسلمان ہوا وہ بھی وہاں پہنچ گیا۔ آہستہ آہستہ ان کی ایک جمعیت ہوگئی۔ لیکن حضور علیہ السلام پر اعتراض کرنے کا کسی کو حق نہ تھا اس معاہدہ میں قبائل عرب کو بھی آزادی دی گئی تھی کہ جو قبیلہ جس کا چاہے، ساتھ دے۔ بنو خزاعہ مسلمانوں کا حلیف بن گیا اور بنو بکر نے کفار مکہ کے ساتھ اپنا تعلق جوڑ لیا۔ صلح حدیبیہ کے قریباً ڈیڑھ سال بعد بنو خزاعہ اور بنو بکر کے درمیان پرانی عداوتیں ابھر آئیں بنو بکر نے بنو خزاعہ پر اچانک حملہ کر دیا معاہدہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے قریش مکہ کے بعض ذمہ دار افراد نے اس حملہ میں بنو بکر کا ساتھ دیا۔ عمرو بن سالم رئیس قبیلہ ایک وفد لیکر حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور تمام واقعات سے آپ کو آگاہ کیا آپ نے جواب دیا۔ خدا کی قسم جس چیز کو میں اپنی ذات سے روکوں گا تمہیں بھی اس سے محفوظ رکھوں گا۔ قریش مکہ کو جب وفد کے متعلق معلوم ہوا تو بہت ہی نادم ہوئے اب حضور علیہ السلام کے غصہ کو دور کرنے کے لیے انہوں نے ابوسفیان کو مدینہ منورہ آپ کی خدمت میں بھیجا۔ ابوسفیان سب سے پہلے مدینہ میں اپنی لڑکی ام المومنین حضرت ام حبیبہؓ کے گھر پہنچے۔ ام حبیبہ کے گھر آنحضرت کا بستر بچھا ہوا تھا اس پر بیٹھنے لگے تو ام المومنین نے فوراً بستر لپیٹ دیا باپ یہ بات دیکھ کر حیران ہوگیا، وجہ دریافت کی تو ام حبیبہؓ نے جواب دیا کہ یہ بستر پیغمبر اسلام کا ہے۔ ابوسفیان نے کہا تو پھر کیا ہوا؟ ام حبیبہؓ نے جواب دیا کہ نبی کے بستر پر مشرک کو بیٹھنے کی اجازت نہیں ہے۔ وہاں سے سیدھے ابوسفیان دربار نبوی میں حاضر ہوئے اور جاتے ہی معاہدہ کی توثیق کے سلسلہ میں گفتگو شروع کر دی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ معاہدہ کی توثیق کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ کیا کوئی نیا واقعہ پیش آگیا ہے، ابوسفیان نے کہا کہ نہیں یونہی توثیق ہو جائے تو بہتر ہے آپؐ نے فرمایا فکر نہ کرو ہم اپنے عہد پر قائم ہیں نبی اپنے کیے ہوئے معاہدہ کی خلاف ورزی کرے یہ ناممکن ہے۔

ابوسفیان کے دل میں چور تھا اسے اطمینان نہ ہوا۔ اور سیدنا ابوبکرؓ عمرؓ اور علیؓ سے ملا اور اپنا مقصد ظاہر کیا سب نے وہی جواب دیا جو حضور نے دیا تھا۔ اس کے بعد حضور علیہ السلام نے حضرت ابوبکرؓ کو مکمل صورت حال سے آگاہ کیا حضرت صدیقؓ نے عرض کیا کہ قریش کے اور ہمارے درمیان تو معاہدہ ہے۔ تو آپ نے فرمایا کہ قریش نے خود نقض عہد کیا ہے کہ ہمارے حلیف پر ان کے حلیف نے حملہ کیا اور اس میں قریش کے سرکردہ افراد بھی تھے لہذا معاہدہ خود توڑا ہے اور اب ابوسفیان نے اپنی خفت کو مٹانے کے لیے تجدید عہد کا بہانہ کر دیا ہے۔

اس کے بعد آپ نے اعلان عام کر دیا کہ جو شخص خدا اور اس کے رسول کا مطیع ہے وہ رمضان تک مدینہ پہنچ جائے یہ اعلان سنتے ہی شمع نبوت کے پروانے جوق در جوق مدینہ منورہ حاضر ہونے شروع ہو گئے آپ اس موقع پر دو باتیں چاہتے تھے (۱) اس تیاری کا قریش کو علم نہ ہو (۲) مکہ میں جنگ و قتال نہ ہو بلکہ قریش مرعوب ہو کر مطیع ہو جائیں۔

رمضان المبارک ۸ھ کی ابتدائی تاریخوں میں آپ نے دس ہزار جاں نثاروں کے ہمراہ مکہ کی جانب کوچ کیا۔ آپ جب قدید اور عسفان کے درمیان پہنچے تو آپ نے دیکھا کہ بعض صحابہ کی حالت روزے کی وجہ سے دگرگوں ہو رہی ہے۔ رحمت عالم نے پانی طلب فرمایا اور ایک اونچی جگہ پر کھڑے ہو کر نوش فرمایا تاکہ فرزندان اسلام دیکھ لیں کہ سفر اور پھر جہاد میں افطار کی اجازت ہے۔ ارشاد باری ہے، پس تم میں سے جو کوئی بیمار ہو یا سفر میں ہو، پورے کرے وہ روزے دوسرے دنوں میں۔ (البقرہ) یعنی بیمار تندرست ہو جائے یا مسافر گھر آ جائے تو جتنے روزے اس سفر یا بیماری کی وجہ سے نہیں رکھ سکا ان کو قضا کرے۔ اسی مبارک سفر میں، آپؐ کے چچا حضرت عباسؓ نے اپنے اسلام کا اعلان فرمایا۔

اسلامی لشکر جب مکہ کے قریب پہنچا تو ابوسفیان ایک گھاٹی میں چھپ کر مسلمانوں کے لشکر کا اندازہ کر رہا تھا مجاہدین نے گرفتار کر کے آنحضرت کی خدمت میں پیش کیا، اب ابوسفیان کا خیال تھا کہ میں نے ساری زندگی مسلمانوں کو ستانے میں گزاری ہے آج میری گردن اڑا دی جائے گی لیکن دربار نبوی میں جا کر اس نے اور ہی تماشا دیکھا کہ اس جانی دشمن پر اسی شفقت و

محبت کے پیکر نے ایک نگاہ کرم ڈالی اور آزاد فرمایا آپ کا یہ کریمانہ برتاؤ دیکھ کر ابوسفیان فوراً مسلمان ہو گئے۔ رضی اللہ عنہ

اس کے بعد رحمت عالم نے ابوسفیان کو حضرت عباسؓ کے ہمراہ روانہ کیا تاکہ لشکر اسلام کی طاقت اور شوکت کا اندازہ کریں دونوں حضرات پہاڑی پر کھڑے ہو کر مجاہدین اسلام کے دستوں کو دیکھ رہے تھے۔۔۔ مجاہدین اسلام اپنے اپنے قبائل کے پرچم اٹھائے مکہ کی جانب بڑھ رہے تھے۔ درمیان میں قبیلہ انصار کا ایک لشکر جس کا پرچم حضرت سعد بن عبادہ کے پاس تھا گزرا انہوں نے جوش میں آ کر حضرت ابوسفیان سے کہا کہ آج جنگ کا دن ہے۔ یہ سن کر حضرت ابوسفیان نے حضرت عباس سے فرمایا کہ "اے عباس جنگ مبارک ہو"۔ آخر میں ایک چھوٹی سی جماعت جس کا پرچم حضرت زبیرؓ کے پاس تھا" کے ساتھ قافلہ سالار گزرے۔ حضرت ابوسفیان نے جب میر کارواں کو دیکھا تو خوش ہوئے اور اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا۔ اور حضور علیہ السلام سے اپنے اور حضرت سعدؓ کے درمیان ہونے والے مکالمہ کا ذکر کیا آپ نے فرمایا کہ سعدؓ نے ٹھیک نہیں کہا بلکہ اللہ آج کعبہ کو عظمت دے گا آج کعبہ پر غلاف چڑھایا جائیگا۔

اس کے بعد آپؐ نے حضرت سعدؓ سے پرچم لے کر ان کے بیٹے کے حوالے کر دیا۔ آپؐ جب مکہ میں داخل ہونے لگے تو مجاہدین کو حکم دیا کہ تمہارے لیے ان احکامات کی پابندی ضروری ہے (۱) جو شخص ہتھیار پھینک دے یا (۲) کعبہ کے اندر داخل ہو جائے یا (۳) اپنے گھر کا دروازہ بند کر کے اندر بیٹھ جائے یا (۴) ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے یا (۵) حکیم بن حزام کے گھر داخل ہو جائے یا (۶) بھاگ جائے یا (۷) قیدی ہو جائے یا (۸) زخمی ہو ایسے لوگوں کو قتل نہ کریں۔ دوسری صبح آپؐ نے اپنی فوج کے دستوں کو مختلف راستوں سے مکہ میں داخل کیا۔ آپ خود اپنے دستہ کے ہمراہ مکہ کے بلند حصہ میں داخل ہوئے اور حضرت خالد کو حکم دیا کہ وہ زیریں حصہ سے داخل ہوں۔ شہر میں داخلہ کے وقت تمام دستے پُرامن طریق سے داخل ہو گئے صرف حضرت خالدؓ کو معمولی سا مقابلہ کرنا پڑا جس میں کفار بھاگ گئے۔ محسن کائنات، جب شہر میں داخل ہوئے تو آپ کے علم کا رنگ سفید اور سیاہ تھا سر پر مِغفَر "خود" اور اس کے اوپر سیاہ عمامہ تھا۔ اونٹنی پر اس وضع سے تشریف فرما تھے کہ چہرہ مبارک اس کی پیٹھ پر گرا ہوا تھا۔ سورۃ فتح کی تلاوت بآواز بلند فرما رہے تھے۔ مکہ میں داخل ہو کر سب سے پہلے بیت اللہ تشریف لے گئے اور تمام تصاویر جو کعبہ کے در و دیوار پر تھیں، ان کو چھڑی سے گراتے جاتے اور اس وقت یہ آیت آپ کی زبان پر تھی۔ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا۔ (ترجمہ) حق آ گیا اور باطل مٹ گیا بیشک باطل مٹنے والا ہے۔ جو بت اونچے تھے ان کے متعلق آپ نے اپنے نواسے حضرت علی بن العاصؓ کو حکم دیا کہ وہ میرے کندھے پر سوار ہو کر ان کو گرائیں۔

جب بیت اللہ سے تمام بتوں کو صاف کر چکے تو آپ نے طواف کیا اور بلند آواز سے تکبیریں کہتے رہے پھر دو نفل مصلّٰے ابراہیمی پر ادا کئے یہ دو نفل ہر طواف کرنے والے کے لیے واجب ہیں۔

نماز نفل سے فارغ ہو کر حضرت علیؓ نے عرض کیا کہ بیت اللہ کی چابی ہمیں دے دیں۔ حضرت علیؓ نے متعدد بار عرض کیا لیکن کوئی جواب نہ ملا بلکہ بار بار آنحضرتؐ عثمان بن طلحہؓ کو بلاتے رہے جب عثمانؓ حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ عثمان یہ چابی لو آج بھلائی اور وفائے عہد کا دن ہے۔"

سبحان اللہ یہ پیغمبر اسلام کا ہی اخلاق تھا ورنہ یہی عثمان تھا جس کو آپؐ نے نبوت کے ابتدائی ایام میں ایک دفعہ بیت اللہ کھولنے کو کہا تو اس نے انکار کر دیا۔ انکار سن کر آپ نے فرمایا کہ عثمان یہ چابی ایک دن میرے قبضہ میں ہوگی اور میں جس کو چاہوں گا دوں گا۔ اس نے عرض کیا کہ کیا اس وقت قریش کے سب مرد ذلیل و تباہ ہو جائیں گے۔ آپؐ نے فرمایا۔ نہیں بلکہ اس دن اور زیادہ بلند ہوں گے۔" اس موقعہ پر کفار مکہ کے لیے جہاں اور باتیں حیران کن تھیں وہاں ایک یہ بات بھی تھی کہ مسلمانوں نے اس عظیم فتح پر کوئی جشن کیا نہ باجے بجائے بلکہ وضو کر کے خدا کے حضور سجدہ شکر ادا کرنے کے لیے بیتاب نظر آ رہے تھے اس موقع پر بعض لوگوں کا خیال تھا کہ آج بیت اللہ شریف میں وہ شخص آذان دے جو خوش گو، خوب رُو اور اعلیٰ نسب والا ہوگا لیکن خاتم النبیینؐ اس پر مصر تھے کہ

(باقی صفحہ پر)

آج بھی آذان وہی موذن دے گا جو پہلے دیتا تھا۔ یعنی سیدنا بلال حبشی موذن رسول ہاشمی اور پھر حضرت بلالؓ نے آذان دی۔

اس موقع پر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ایک بڑا ہی اہم خطبہ دیا جس میں حسب ونسب، رنگ ونسل پر فخر کرنے والے لوگوں کے لیے سبق ہے اور اس موقع پر ہی قرآن عزیز کی آیت جس کا ترجمہ یہ ہے نازل ہوئی "اے بنی نوعِ انسان ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور قبائل اور کنبے آپس کے تعارف کے لیے بنائے ہیں۔ اللہ کے نزدیک برگزیدہ وہی ہے جو متقی ہوگا (پ ۲۶ سورہ حجرات)

جب آپؐ نماز سے فارغ ہوئے تو سرداران مکہ اور دوسرے لوگ جمع تھے اور اپنے انجام کے منتظر تھے حضورؐ نے ان کی طرف توجہ فرمائی اور فرمایا کہ جاؤ آج کے دن تم سب آزاد ہو تم پر کوئی مواخذہ نہیں۔

اس موقع پر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابوبکر کے والد ابو قحافہؓ اور دوسرے متعدد لوگ مشرف با اسلام ہوئے رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ، کفار حضور علیہ السلام کے اخلاق کریمانہ سے اس قدر متاثر ہوئے کہ جوق در جوق اسلام کی طرف آ رہے تھے اس موقع پر حضور علیہ السلام کوہ صفا پر تشریف فرما تھے اور حضرت عمرؓ بیعت کرنے والوں کو ایک ایک کرکے خدمت میں پیش کرتے تھے۔ بیعت کرنے والے مردوں کو شرک، جوا، زنا، شراب، جھوٹ، جھوٹا الزام اور اس قسم کی دوسری برائیوں سے پرہیز کرنے کی تلقین فرماتے اور بیعت کرنے والی عورتوں کو فرمایا کہ کسی کے سوگ میں منہ نہ نوچیں گریبان چاک نہ کریں اور منہ پر طمانچے نہ ماریں۔

اس موقع پر آپؐ نے جن لوگوں کو معاف کیا ان میں حضرت ابوسفیانؓ کی بیوی ہندہ جس نے سید الشہداء حضرت امیر حمزہؓ کا کلیجہ چبایا تھا اور وحشی جس نے حضرت امیر حمزہؓ کی نعش کی بے حرمتی کی تھی اور دوسرے سرداران قریش مکہ تھے فتح مکہ کے موقع پر مسلمانوں نے جو کردار ادا کیا اس سے صاف عیاں ہے کہ تلوار سے نہیں بلکہ اخلاق سے فتح ہوا جب فتح مکمل ہوگئی تو مختلف قبائل جو قریش مکہ کے ڈر کی وجہ سے اسلام میں داخل نہیں ہو رہے تھے وہ جوق درجوق اسلام میں داخل ہونے لگے اس طرح اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰہ کی عملی تفسیر سامنے آگئی فتح مکہ کے بعد پیغمبر اسلام نے ایک نہایت اہم خطبہ دیا۔ آپؐ نے فرمایا۔ اے قریش! آج کے دن کسی عربی کو عجمی پر اور کسی عجمی کو عربی پر، کسی کالے کو گورے پر اور کسی گورے کو کالے پر کوئی فضیلت نہیں۔ مگر جو شخص پرہیز گار ہو اور پھر قرآن کی آیت اِنَّا خَلَقْنٰکُمْ مِنْ ذَکَرٍ وَّ اُنْثٰی تلاوت فرمائی۔

مسلم اور غیر مسلم ایک دوسرے کے وارث نہیں ہو سکتے۔ معاملات اور قضایا میں مدعی کے ذمہ گواہ پیش کرنا اور گواہوں کی عدم موجودگی میں مدعا علیہ کے ذمہ حلف اٹھانا ہے۔

کسی عورت کے لیے تین دن کا سفر بغیر محرم کے درست نہیں۔

صبح اور عصر کے بعد کوئی نفل نماز نہیں عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کے دن روزہ جائز نہیں۔

قیامت میں سب سے پہلے نماز کا سوال ہوگا۔ (حدیث)

از: عبدالجواد محمد الخضری ترجمہ: محمود اشرف عثمانی

احادیثِ نبوی اور عربی امثال

عرب قوم جو نہ لکھ سکتی تھی اور نہ حساب کر پاتی تھی۔ اسے اللہ نے زبان و دل کے گونگے اور بہرے پن سے نکالنا چاہا تو ایسی زبان عطا فرمائی جو عقل کی گتھیوں کو سلجھاتی اور ذہنی تعبیرات کو بخوبی ادا کرنے پر قادر تھی ـــ اللہ کو زیادہ علم ہے کہ وہ اپنی رسالت کو عطا فرمائے ـ قرآن۔ چنانچہ سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فصاحت کلام عطا کی گئی۔ حضور کی ذات اقدس فصاحت و بلاغت کا وہ پیکر تھی جس نے عربی زبان کو وہ خوب صورت لباس عطا کیا جس نے تمام عیبوں پر پردہ ڈال دیا۔ حضور کی یہ فصاحت وبلاغت چونکہ الہام و وحی کا پرتو تھی۔ اس لیے اس نے عربی زبان کے اسرار و رموز سے آشنا ہونے کی بناء پر عربی زبان پر دور رس اثرات مرتب کیے۔ وضع الفاظ، اشتقاق مجازات اور تقلیبات کے دائرے وسیع سے وسیع تر ہوتے چلے گئے۔ وحی خداوندی نے آپ کو علم معانی و بیان کے ان رموز ہائے پوشیدہ سے آگاہ فرما دیا جہاں اس سے قبل کسی شاعر کی فکر و زبان نے رسائی نہ کی تھی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد کس قدر سچ ہے وہی تو ہے جس نے ان پڑھوں میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا جو ان پر آیات خداوندی کی تلاوت کرتا ہے۔ ان کا تزکیہ کرتا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت سکھلاتا ہے جب کہ وہ اس سے قبل کھلی گمراہی میں مبتلا تھے۔ قرآن۔

عرب کے مختلف النوع قبائل اور متنوع لغات کے باوجود حضورؐ کی ذاتِ اقدس سب کے لیے باعثِ فخر ثابت ہوئی اور سب اہلِ لغات نے آپ سے استفادہ کیا۔ یہ بات بڑی عجیب ہے کہ صحابہؓ ایسی اشیاء کے بارے میں آپ سے سوال کرتے پائے گئے ہیں جو خود ان کی زبان سے تعلق رکھتی تھیں اور آپ نے ان کی توضیح و تفسیر فرمائی۔ عرب بدو اور اجنبی لوگ آپ کے پاس آتے آپ ان سے گفتگو کرتے اور صحابہؓ اہل زبان ہونے کے باوجود گفتگو کے سمجھنے میں آپ کی طرف رجوع فرماتے۔

عرب کے تمام لہجوں اور لغات پر آپؐ کی نظر تھی جس نے سنتِ نبویہ اور احادیثِ طیبہ کو ادبی اعجاز کا بھی نمونہ بنا دیا آپ کی فصاحت کا بیان درحقیقت سمندر سے ایک چلو بھرنا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خود ارشاد ہے۔ مجھے جوامع الکلم عطا کیے گئے ـــ مشہور عالم ابن شہاب بخاری شریف کی روایت کے مطابق اس پر قصیدہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ سابقہ آسمانی کتابوں میں جو امور تحریر شدہ تھے وہ اللہ نے حضورؐ کے لیے ایک دو جملوں میں جمع فرما دیئے۔ مقصد یہ کہ حضورؐ کا قول مبارک لفظوں کے اعتبار سے مختصر مگر معانی کے اعتبار سے بحر ناپیدا کنار ہوتا ہے۔ تاریخ کی کتابوں میں ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق ـ اللہ ان سے راضی ہو ـ نے ایک روز حضور سے پوچھا کہ میں عرب کے تمام علاقوں میں گھوما ہوں میں نے ان کے فصیح و بلیغ لوگوں کو دیکھا اور سنا مگر آپ سے زیادہ فصیح کسی کو نہ پایا۔ آپؐ کو یہ ادب کس نے سکھایا؟ حضور نے ارشاد فرمایا: میرے رب نے مجھے یہ ادب سکھایا اور خوب سکھایا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ جیسے صاحبِ نظر کا صادق الامین کے لیے یہ اعتراف بہت معنی خیز ہے۔

یہ خیال غلط ہے کہ حضورؐ نے کوئی نئی لغت ایجاد کی تھی یا ایسے الفاظ استعمال کیے جو اس سے قبل معروف نہیں تھے، یا یہ کہ عرب کے مختلف قبائل کی لغات کو آپؐ نے جمع کرکے کسی نئی زبان کی بنیاد ڈالی تھی یہ سب باتیں غلط ہیں۔

حضورؐ نے انہیں الفاظ کو استعمال کیا جو پہلے سے مستعمل تھے مگر خوب تر طریقے سے اور نئے رکھ رکھاؤ سے۔

آپؐ کے سامنے قرآن کی روشنی تھی جس نے حدیث نبوی کے حسن کو بھی منور کر دیا گویا وہ بھی قرآن کریم کے بعد مرتبہ میں دوسرا قرآن ہے اس پس منظر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بات کس قدر سچ ہے: کہ "مجھے قرآن دیا گیا اور اس کے مثل اور بھی (سیوطیؒ)

"امثال کسی بھی قوم کی زبان کے لیے آئینہ کی حیثیت رکھتی ہیں جس میں اس قوم کی اجتماعی حالت کی تفصیلی جھلک چند لفظوں میں نمایاں ہو جاتی ہیں۔

ابن عبدربہ الاندلسی نے اپنی کتاب "العقد الفرید" میں امثال کے بارے میں درست بات لکھی ہے کہ: امثال، کلام کا حسن، لفظ کا جوہر اور معانی کا زیور، ہیں۔ عرب اور عجم دونوں نے امثال کو اختیار کیا کیونکہ یہ خطابت سے زیادہ موثر اور شعر سے زیادہ پائیدار ہوتی ہیں۔ کوئی کلام حسن میں ان کا ہمسر نہیں اور عموم میں ان کا ساتھی نہیں۔ (ص ۶۳۔ ج ۲)

ابن المقفع کا قول ہے جب کلام کو مثل کی صورت میں ذکر کیا جائے تو کانوں کو بھلا لگتا ہے اور گفتگو واضح ہو جاتی ہے مثل میں چار ایسی خوبیاں جمع ہیں جو غیر میں نہیں۔ لفظ[۱] مختصر ہوتا ہے مگر معنی[۲] واضح، تشبیہ[۳] خوبصورت ہوتی ہے اور الفاظ[۴] کی بندش خوب تر، جس سے کلام بلاغت کی انتہا تک جا پہنچتا ہے۔

بعض امثال عربیہ جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے کلام میں استعمال فرمایا۔ (۱) "انصر اخاك ظالما او مظلوما"۔ یہ مثل عرب میں سب سے پہلے جندب بن العنبر بن عمرو بن تمیم نے استعمال کی جو ایک بہادر جری انسان تھا مختصراً واقعہ یہ ہے کہ وہ سعد بن زید نامی ایک شخص کے ساتھ بیٹھا شراب پی رہا تھا۔ دونوں کو نشہ چڑھا۔ جندب نے سعد سے مذاق میں کہا: سعد! تجھے جنگ و جدال کے مقابلہ میں اونٹنیوں کا دودھ زیادہ مرغوب ہے۔" سعد بولا۔ مجھے کیا پوچھتے ہو۔ سردار ہوں۔ لوگوں کو کاموں پر لگاتا ہوں اور نوخیز اونٹوں کو ذبح کرتا ہوں۔

جندب نے جواب دیا ٹھیک ہے! لیکن اتنا تم بھی جانتے ہو کہ مصیبت کے وقت دوڑ کر مجھے ہی بلاؤ گے! مجھ سے مستغنی نہیں۔

بات بڑھ گئی اور دونوں دوستوں میں ٹھن گئی۔ مگر جندب نے جدائی کے وقت یہ جملہ کہا جو بعد میں ضرب المثل بن گیا۔ "انصر اخاك ظالما اور مظلوما" یہ جملہ جو برائی کی محفل میں، عین عداوت کی حالت میں بولا گیا۔ بعد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی استعمال فرمایا مگر خیر ومحبت کے موقع کے لیے۔ صحابہؓ مفہوم پوری طرح سمجھ نہ پائے تو عرض کیا۔ "یا رسول اللہ! ہم مظلوم کی مدد کرتے ہیں مگر ظالم کی مدد کیسے کریں۔!"

آپؐ نے فرمایا اسے ظلم سے پھیرو (بخاری شریف)

بعض کا خیال ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جملہ ایک اور موقع پہ استعمال کیا واقعہ یہ ہوا کہ مہاجرین و انصار کے دو لڑکے کسی بات پر لڑ پڑے۔ مہاجرین نے اپنوں کو پکارا، اور انصار نے انصار کو مدد کے لیے پکارا۔ حضورؐ تشریف لائے تو فرمایا۔ یہ کیا! کیا جاہلیت کے دعوے پھر ہوں گے۔ اور پھر فرمایا اپنے بھائی کی مدد کرو۔ خواہ ظالم ہو یا مظلوم۔ آپ کا یہ حکیمانہ فرمان تھا کہ آپس کی محبت نے امڈ کر نار عداوت بجھا دی۔

۲۔ الدال علی الخیر کفاعلہٖ ۔ یہ عبارت لجیج بن شنیف الیربوعی کی طرف منسوب ہے۔

یہ شخص چوری اور ڈاکہ زنی کے لیے نکلا۔ راستہ میں ایک نابینا سے ملاقات ہوئی لجیج نے اس سے مال طلب کیا۔ اس کے پاس کچھ نہیں تھا۔ بولا تمہیں ایک مالدار کا پتہ بتا دیتا ہوں کہ الدال علی الخیر کفاعلہ خیر کا پتہ بتلانے والا کرنے والے کی طرح ہے۔ یہ ضرب المثل بھی ایک غلط موقع پہ بولی گئی۔ اسلام تو اخوت و محبت ہمدردی مساوات اور عدل و انصاف کا مذہب ہے اس کے داعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ مثل استعمال کی تو مفہوم میں زمین و آسمان کا فرق پیدا کرکے۔ حدیث ہے۔ کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں۔ ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ عرض کیا مجھے سواری دیجیے فرمایا تیرے لیے کوئی سواری میرے پاس موجود نہیں لیکن تم فلاں کے پاس چلے جاؤ شاید وہ تمہارے لیے کوئی انتظام کر دے وہ گیا تو اس نے انتظام کر دیا۔ آپ نے فرمایا۔

من دل علی خیر فلہ مثل اجر فاعلہ جو شخص کسی بھلائی کی طرف رہنمائی کرے اسے کرنے والے کے برابر اجر ملتا ہے (رواہ مسلم)

۳۔ "شماتت (دوسرے کی مصیبت میں خوش ہونا) نتیجہ دکھلاتی ہے۔"

عرب یہ جملہ ان لوگوں کے بارے میں بولتے رہے جو دوسروں کی مصیبت میں خوش ہوتے تھے۔ خواہ اس میں ان کے کسی فعل کو دخل نہ ہو۔

عرب اس جملہ کے ذریعہ یہ بات بتلانا چاہتے تھے کہ آج اگر تم دوسروں کی مصیبت پر خوش ہو گے کل کو وہ دن بھی آ سکتا ہے جب دوسرے تمہاری مصیبت پر خوش ہوں۔" ـــــ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مفہوم کو کس قدر آسان اور بلیغ انداز سے ذکر فرمایا وہ آپ کے سامنے ہے آپ نے فرمایا: "كَمَا تَدِيْنُ تُدَانُ" (رواہ الدیلمی) یعنی جیسا کرو گے ویسا بھرو گے۔"

۴۔ چاہو نہ چاہو خبر تم کو پہنچے گی۔ ویاتیك بالاخبار من لم تزود ـــ سب سے پہلے یہ قول جس نے کہا وہ عرب کا مشہور جاہلی شاعر "طرفۃ بن العبد" تھا۔ یہ درحقیقت اس کے شعر کا ایک مصرعہ ہے۔ پورا شعر یوں ہے۔ ؎

ستبدی لك الایام ما کنت جاهلا
ویاتیك بالاخبار من لم تزود

یعنی زمانے کی گردش تمہارے سامنے ان باتوں کو بالآخر ظاہر کرے گی جن سے تم آج ناداں ہو اور وہ شخص تمہیں خبریں پہنچائے گا جس نے زادِ راہ بھی نہیں لیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مثل کو استعمال کیا مگر شعر کے مروجہ طریقہ سے ہٹا کر ـــ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم شاعر نہ تھے۔ شعر گوئی کی تہمت آپ پہ لگائی گئی مگر اللہ کی حکمت بالغہ نے اس الزام کو ردّ فرمایا۔ غالباً اس پس منظر میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مصرع کو استعمال کیا تو عروضی وزن سے ہٹا کر۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضؓ سے پوچھا گیا۔ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شعر کو بطور تمثیل پڑھا کرتے تھے؟ فرمایا۔ "نہیں! سوائے عرفہ شاعر کے ایک مصرعہ کے۔ پھر فرمایا: آپ یہ کہا کرتے تھے۔ من لم تزود بالاخبار" (رواہ ابن ابی حاتم و ابن جریر و ابو یعلی، والبخاری، واللفظ لابن جریر) اس حدیث میں غور کرنے کی بات یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے طرفہ کے مصرعہ میں کلمات کو مقدم و موخر کیا تاکہ وزن عروضی باقی نہ رہے اور جن لوگوں نے شعر گوئی کی تہمت آنجناب رسالتمآبؐ پہ لگائی ان کے لیے کوئی حجت باقی نہ رہے۔

یہ چند عربی امثال جو آپ کے سامنے پیش کی گئیں یہ ان میں سے چند ہیں انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نیا رُخ دیا۔ اور عربی زبان کے دامن کو اپنے موتیوں سے بھرا۔

کسی نے صحیح کہا، کبھی آپؐ کی گفتگو ہلکی نہ ہوئی، نہ کبھی آپ کا قدم ڈگمگایا۔ نہ کوئی دلیل آپ کے سامنے چل سکی اور نہ کوئی مخالف کھڑا رہ سکا اور نہ آپؐ کو کوئی خطیب خاموش کر سکا۔ آپ نے بڑے بڑے خطبوں کے مقابلہ میں چھوٹے چھوٹے جملے استعمال کئے اور غالب رہے آپ کا مقصد مخالف کو خاموش کرنا نہیں تھا بلکہ اس کی معرفت میں اضافہ کرنا مقصد رہا۔

وہ امثال نبویہ جو عربوں میں معروف نہ تھیں،

اب وہ چند امثال پیشِ خدمت ہیں جن کے ذریعے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عربی زبان میں قیمتی اضافہ فرمایا۔ مغرب کی امثال ہوں یا مشرق کی، سب اس کے سامنے ہیچ نظر آتی ہیں۔

اب الا احد لهولاء آپ نے یہ فصیح و بلیغ جملہ اس وقت ارشاد فرمایا جب غزوہ احد میں مسلمانوں کو شکست ہو رہی تھی۔ اور لشکر نے منہ موڑ لیا تھا ـــ اب یہ مثل اس وقت بولی جاتی ہے جب ساتھی منہ موڑ لیں۔ مددگار ساتھ چھوڑ جائیں۔ دشمن کا زور چل جائے۔ اور وہ غالب آنے لگے۔

حضرت جابر بن عبداللہ کا بیان ہے کہ اُحد کے دن لوگ (یعنی صحابہؓ) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا ہو گئے، شکست کے آثار نمایاں ہو گئے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ انصار میں سے گیارہ صحابہ اور ایک صحابی حضرت طلحہؓ بن عبداللہ رہ گئے۔ آپؐ ایک پہاڑی پر چڑھ رہے تھے کہ مشرکین نے حملہ کیا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت یہ تاریخی جملہ بولا۔ "اُلا احد لهولاء"

یعنی کیا ان کے لیے کوئی نہیں رہا۔ ؟ حضرت طلحہؓ نے اس موقعہ پر جواب دیا میں ہوں یا رسول اللہ ! "

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مختصر فصیح و بلیغ جملہ میں مضامین کا وہ ایک دفتر بند کر دیا جو ایک عظیم قائد اپنے لشکروں کو جنگ پر ابھارنے کے لیے طویل طویل خطبوں میں پھیلا کر بیان کرتا ہے۔ درحقیقت یہ جملہ اس بات کی طرف بھی اشارہ کرتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی انسانی نفسیات پر کس قدر گہری نظر ہوتی ہے۔

۲۔ "اربعوا علیٰ انفسکم" (اپنے آپ کو روکے رکھو) اس چھوٹے سے جملہ کا مقصد مخاطبین میں طمانیت و سکون کے وہ جذبات پیدا کرنا ہے جس میں وقار و خشوع کے ملے جلے اثرات شامل ہوں — جب کوئی بے چین خدا کا بندہ دنیا سے بے نیاز ہو کر خدائے وحدہٗ لاشریک کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور قرب خداوندی کی طرف بڑھنا شروع کرتا ہے تو لامحالہ اس پر اضطراب، تڑپ اور بے چینی غالب آنے لگتی ہے یہی وہ موقع ہے جب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم اسے سکون و وقار اور اطمینان اور ٹھہراؤ کی جانب دعوت دیتے نظر آتے ہیں۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضؓ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کا جہاد کیا اور بعض روایات کے مطابق غزوۂ خیبر کا جب آغاز ہوا اور مسلمانوں نے ایک بلند مقام سے خیبر کی طرف نگاہ دوڑائی تو بآواز بلند نعرہ تکبیر بلند کیا۔ اللہ اکبر۔ لاالٰہ الا اللہ۔ اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "اربعوا علیٰ انفسکم" اپنے آپ کو روکے رکھو کیونکہ تم کسی غائب و ناشنوا ذات کو نہیں پکار رہے ہو (سیوطی) یعنی تمہاری پکار تو ایسی ذات کے لیے ہے جو گھٹا ٹوپ تاریک رات میں سیاہ چٹان پر سرکنے والی کالی چیونٹی کی آواز بھی سنتا اور قبول کرتا ہے پھر اس قدر شور و پکار کے کیا معنی۔؟

(الدم الدم، الہدم الہدم"

یعنی خون کے بدلے خون اور عزت کے بدلے عزت"۔ (یہ جملہ اس وقت بولا جاتا ہے جب فریقین کے درمیان معاہدہ طے پا جائے اور دونوں اس معاہدہ پر سختی سے عمل پیرا ہونے کا عہد کریں۔)

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے حدیث مرسل مروی ہے کہ سب سے پہلے جس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی وہ ابو الہیشم تھے۔ انہوں نے کہا: یا رسول اللہ ہمارے اور دوسرے لوگوں کے درمیان عہد و پیماں ہیں ہم شاید انہیں ختم کر دیں۔ لیکن اگر آپ واپس اپنی قوم کی طرف (مکہ) لوٹ گئے اور ہم سب معاہدوں کو ختم کر چکے تو لوگوں سے لڑائیاں لڑنی پڑیں گی۔ اس موقع پر آپ نے ارشاد فرمایا۔ الدم الدم الہدم الہدم۔ یعنی خون کے بدلے خون اور عزت کے بدلے عزت۔ مقصد یہ کہ معاہدہ کا احترام ہر صورت میں ضروری ہے۔

احادیث نبویہ کا ادبی اعجاز

احادیث نبویہ کی ایک عجیب خصوصیت یہ ہے کہ اس میں معانی کو بیان کرنے کے لیے، موقع اور محل کا اعتبار کرتے ہوئے طرح طرح کے اسلوب اختیار کئے گئے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو انسانی نفسیات پر سب سے گہری نظر رکھتے ہیں۔ انہوں نے ہمیشہ کلام کا ایسا اسلوب اختیار کیا جو فطرت انسانی کے قریب اور دل کی دھڑکنوں سے ہم آہنگ تھا انہوں نے اس مشفق ماں کی طرح اپنی امت کی تربیت کی جو اپنی اولاد پر سب کچھ نثار کر دیتی ہے۔

مندرجہ ذیل چند مختصر مگر جامع احادیث کو دیکھئے جن میں الفاظ کی سلاست اور روانی اور سیل معانی کا بہاؤ یکساں طریقہ سے موثر ہے۔

۱۔ ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء (بخاری شریف) زمین والوں پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔

۲۔ من لا یرحم لا یرحم (بخاری شریف) جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔

۳۔ استوصوا بالنساء خیرا: - عورتوں کے ساتھ بھلائی کرنے کی نصیحت قبول کرو۔

۴۔ ارحموا الضعیفین، المرأۃ والمسکین۔ دو کمزوروں پر رحم کرو، ایک عورت دوسرا مسکین۔

۵۔ انا وکافل الیتیم فی الجنۃ میں اور یتیم کی پرورش کرنے والا

(باقی صفحہ پر)

جنت میں ہیں۔

اللہ جل شانہٗ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جو علم و حکمت کی دولت وحی عطا فرمائی تھی اس سے عربی ادب کو بھی مالا مال کرنے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے کوئی کمی نہیں رہی۔ آپ کی کتنی احادیث ہیں جو آج مثل کے طور پر مشہور ہیں اور ایک دنیا ان کے معانی پر سر دھنتی ہے۔

دور حاضر کے مشہور مصنف شیخ امین نے عربی ادب کی حیثیت سے احادیث طیبہ کا جائزہ لیتے ہوئے بعض حدیثوں کا ذکر کیا۔

(۱) استعن بیمینک اپنے دائیں ہاتھ سے مدد مانگو (ترمذی)

(۲) أنت ومالك لابيك۔ تم خود اور تمہارا مال تمہارے والد کا ہے (طبرانی)

(۳) ان لصاحب الحق مقالاً۔ حق والے کو بات کہنے کا حق ہے (متفق علیہ)

یہ بلاغت نبویہ ہی ہے جس میں حقائق فطرت کی طرح واضح نظر آتے ہیں۔ زبان شگفتہ، فکر واضح اور دوٹوک علمی حقیقت بلاغتِ نبویہ کے آسمان کے ستارے ہیں؛ احادیثِ نبویہ میں جہاں جہاں (اور بکثرت) مجاز کا استعمال ہوا ہے وہ بھی باوجود نئے ہونے کے اس قدر واضح اور خوبصورت ہے کہ پہلی نظر میں اس کے معانی دل میں جگہ کر لیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔

ھذا جبل یحبنا ونحبہ۔ یہ (یعنی جبل احد) ایسا پہاڑ ہے جو ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔

۲۔ اور آپ کا ارشاد ہے: المسلمون ید علی من سواھم۔ یعنی غیروں کے مقابلہ میں مسلمان ایک ہاتھ ہیں۔

۳۔ اور آپ نے عورتوں پر مشتمل ایک قافلہ کے تیز تر ساربان کو روکتے ہوئے فرمایا: ما أنجشہ رفقا بالقوارير کس چیز نے تیز رفتاری پر ابھارا - شیشوں کے ساتھ نرمی کرو۔!

۴۔ اور آپ کا فرمان ہے: ان الاسلام بدأ غریبا وسیعود کما بدأ یعنی اسلام ابتدا میں اجنبی تھا۔ اور آخر میں پھر اجنبی ہو جائے گا (یعنی اپنوں اور پرایوں کے لیے) پس اجنبیوں کے لیے خوشخبری ہے یعنی جو اسلام پر جمے رہنے کی وجہ سے معاشرہ میں اجنبی بن جائیں (ترمذی شریف)

یہ مختصر مضمون، بلاغت و فصاحتِ پیغمبرؐ کے سمندر بے کنار میں سے ایک قطرہ ہے ورنہ یہ وہ میدان ہے جہاں جائے سخن تنگ نیست۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ثنا ہو اور بندہ کی زبان۔ تو کیا حق ادا ہو سکتا ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم تسلیماً کثیراً کثیرا۔

بقیہ: احادیث الرسولؐ

کیا جو شخص ہمیشہ بلا ناغہ روزے رکھے اس کے متعلق کیا ارشاد ہے؟ فرمایا نہ تو اس نے روزے رکھے اور نہ افطار کیے۔ (یعنی یہ ناپسندیدہ طریقہ ہے) پھر عرض کیا وہ شخص کیسا ہے جو دو دن روزہ رکھے اور ایک دن ناغہ کرے؟ آپؐ نے فرمایا کسی میں اس کی طاقت ہے؟ (یعنی یہ بہت مشکل معاملہ ہے) پھر عرض کیا اور وہ شخص کیسا ہے جو ایک دن روزہ رکھے اور ایک دن ناغہ کرے؟ فرمایا یہ صوم داؤد ہیں۔ (یعنی حضرت داؤد علیہ السلام کا یہی طریق تھا) پھر عرض کیا وہ شخص کیسا ہے جو ایک دن روزہ رکھے اور دو دن ناغہ کرے؟ آپؐ نے فرمایا۔ میرا جی چاہتا ہے کہ مجھے اس کی طاقت عطا فرمائی جاتے (گویا آپؐ نے اس کو بہت پسند کیا) پھر آپ نے ارشاد فرمایا - "ہر مہینے کے تین نفلی روزے اور رمضان تا رمضان (اجر و ثواب کے اعتبار سے) ہمیشہ روزے رکھنے کے برابر ہے۔ اور یوم عرفہ (۹ ر ذوالحجہ) کے روزے کے متعلق امید ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کرم سے اس کی برکت سے ایک سال قبل اور ایک سال مابعد کے گناہ دھل جائیں گے۔ اور یوم عاشوراء (۱۰ ر محرم) کے روزے کے متعلق اللہ تعالیٰ کے کرم سے امید ہے کہ اس کی برکت سے ایک سال ماقبل کے گناہ معاف ہو جائیں گے۔

عَنْ اَبِیْ ایوب الانصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واصحابہ وسلم قَالَ مَنْ صَامَ رَمَضَانَ ثُمَّ اَتْبَعَہٗ سِتًّا مِنْ شَوَّالٍ کَانَ کَصِیَامِ الدَّھْرِ (مسلم)

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے

مشاہیرِ اسلام

بسلسلہ مولانا ذو الفقار علی دیوبندی

مولانا محمد یعقوب نانوتوی رحمہم اللہ تعالیٰ

حافظ خالد محمود۔ ایم۔ اے

مولانا محمد یعقوب نانوتوی بن مولانا مملوک علی ۱۳ر صفر ۱۲۴۹ھ کو نانوتہ میں پیدا ہوئے۔ قرآن کریم نانوتہ میں حفظ کیا۔ حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ سے جلدسازی سیکھی۔ محرم ۱۲۶۰ھ میں مولانا مملوک علی انہیں اور مولانا محمد قاسم نانوتوی کو بغرض تعلیم دہلی لے گئے۔ میزان منشعب اور گلستان سے ان کی تعلیم شروع ہوئی۔ ابواب کا سننا اور تعلیلات کا پوچھنا مولانا محمد قاسم نانوتوی کے ذمہ تھا دہلی کالج میں مولانا مملوک علی سے علوم متداولہ حاصل کیے۔ مولانا احمد علی سہارنپوری اور شاہ عبدالغنی سے علم حدیث کی تحصیل کی۔ ۱۱ر ذوالحجہ ۱۲۶۷ھ مطابق ۱۰ر اکتوبر ۱۸۵۱ء کو مولانا مملوک علی کا انتقال ہوا تو تقریباً ایک سال دہلی میں مقیم رہے۔

اس کے بعد چالیس روپے مشاہرہ پر ملازم ہو کر گورنمنٹ کالج اجمیر چلے گئے پانچ سال تک وہاں رہے اس کے بعد سہارنپور میں ڈپٹی انسپکٹر مدارس کے عہدہ پر ان کا تقرر ہوا۔ اسی زمانہ میں انقلاب ۱۸۵۷ء کا واقعہ پیش آیا۔ اس زمانہ میں وہ اپنے وطن نانوتہ میں ہی مقیم رہے گورنمنٹ نے چھ ماہ کی تنخواہ نو سو روپیہ بھیجی لیکن آپ نے انکار کر دیا اور فرمایا کہ میں نے اس عرصہ کام نہیں کیا ہے۔ پھر ملازمت پر بلایا گیا تو اس سے بھی بے پروائی ظاہر کی بالآخر مولانا محمد قاسم نانوتوی نے دارالعلوم دیوبند کی صدر مدرسی کے لیے چالیس روپے ماہوار پر دیوبند بلا لیا۔ وفات تک دارالعلوم سے وابستہ رہے دارالعلوم کے سب سے پہلے شیخ الحدیث ہیں۔ ۱۹ سال اس عہدہ پر فائز رہے۔

آپ کی پہلی شادی عمدۃ النساء بنت شیخ کرامت حسین دیوبندی سے شعبان ۱۲۶۶ھ میں ہوئی۔ ان کے انتقال کے بعد بی بی اکرامی بیوہ منشی عبدالحق سے دوسرا نکاح ہوا، ان کے انتقال کے بعد تیسرا نکاح مولوی محمد احسن کی صاحبزادی آمنہ سے ہوا۔

علم معقول و منقول میں اپنے والد ماجد کے مثل تھے۔ ذہن نہایت رسا پایا تھا۔ آپ بلند پایہ محدث، بلند مقام فقیہہ، حاذق حکیم عارف باللہ، سالک مجذوب ولی تھے۔ حاجی امداد اللہؒ سے بیعت تھے۔

آپ نے دو دفعہ حج کیا۔ پہلی دفعہ ۱۲۷۷ھ میں مولانا محمد قاسم نانوتوی کی معیت میں حج ادا کیا اور دوسری دفعہ ۱۸-۱۹ علماء کی معیت میں حج ادا کیا۔ مثلاً مولانا محمد قاسم نانوتوی، مولانا محمد مظہر نانوتوی، مولانا محمد منیر نانوتوی، مولوی حکیم ضیاءالدین رامپوری شیخ الہند مولانا محمود حسن ولد مولانا ذوالفقار علی وغیرہ مشاہیر علماء کے اس مقدس قافلہ میں تقریباً سو آدمی تھے۔

مولانا ذوالفقار علی نے اپنی عربی تصنیف الہدیۃ السنیہ میں مولانا محمد یعقوب کا بہت عمدہ تذکرہ کیا ہے۔

انتقال

۳ر ربیع الاول ۱۳۰۲ھ، ۱۸۸۶ء میں نانوتہ میں ہوا وہیں دفن ہوئے۔

تلامذہ

دارالعلوم میں ۱۵۱ طلبہ نے آپ سے علوم نبویہ کی تحصیل کی جن میں مولانا عبدالحق پور قاضوی، مولانا عبداللہؒ انبیٹھوی، مولانا فتح محمد تھانوی، شیخ الہند مولانا محمود حسن ولد مولانا ذوالفقار علی، مولانا محمد احسن لبڑہوی مولانا فخرالحسن گنگوہی، مولانا مفتی عزیزالرحمٰن دیوبندی ولد مولانا فضل الرحمٰن، مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا حافظ محمد احمد ولد مولانا محمد قاسم نانوتوی اور مولانا حبیب الرحمٰن عثمانی ولد مولانا فضل الرحمٰن جیسے مشاہیر اور یگانۂ عصر علما شامل ہیں۔

تصانیف

مولانا محمد یعقوب نانوتوی کی تمام زندگی درس و تدریس سے عبارت رہی ان کی طبیعت تصنیف و تالیف کی طرف راغب نہ تھی تاہم چند رسالے یادگار ہیں مولانا کو شاعری کا بھی ذوق تھا۔ بیاض یعقوب میں ان کا کلام شامل ہے۔

۱۔ سوانح عمری مولانا محمد قاسم نانوتوی،

۲۔ مکتوبات مولانا محمد یعقوب یہ مکتوب منشی محمد قاسم نے آپ کی اجازت سے مرتب کیے۔

۳۔ مکتوباتِ یعقوبی و بیاض یعقوبی۔ (تلخیص از تاریخ دیوبند از محبوب رضوی (ادارہ تاریخ دیوبند ۱۳۷۳ھ) ص ۱۴۳-۱۴۵ و انوار قاسمی از پروفیسر انوار الحسن (ادارہ سعدیہ مجددیہ لاہور بار اول ۱۹۶۹ء (ص ۴۶، ۴۹) و مولانا محمد احسن نانوتوی از محمد یعقوب قادری (مکتبہ عثمانیہ کراچی بار اول ۱۹۶۶ء ص ۱۸۸، ۲۰۶۔

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا رشید احمد گنگوہی اور مولانا ذوالفقار علی دونوں مولانا مملوک علی کے شاگرد اور حاجی امداد اللہ سے بیعت تھے۔ مولانا ذوالفقار علی نے اپنی عربی تصنیف الہدیۃ السنیہ میں مولانا رشید احمد گنگوہی کا تذکرہ بڑی محبت سے کیا ہے۔ مولانا ذوالفقار علی جب حج کے لیے تشریف لے گئے تو حاجی امداد اللہ صاحب نے مولانا رشید احمد کے نام ایک خط مولانا ذوالفقار علی کے ہاتھ بھیجا تھا اس کا ذکر گذشتہ صفحات میں آچکا ہے یہ بھی ان حضرات کے تعلقات کی کڑیاں۔ اب ہم مختصر طور پر مولانا رشید احمد کے حالاتِ زندگی پر روشنی ڈالتے ہیں۔

حالات زندگی

آپ کی ولادت باسعادت قصبہ گنگوہ، مولانا ہدایت اللہ کے گھر ۶ر ذلیقعد ۱۲۴۴ھ بروز شنبہ بوقت چاشت ہوئی یعنی معرکۂ بالاکوٹ سے دو سال قبل ہوئی آپ کا سلسلۂ نسب حضرت ابو ایوب انصاری سے جا ملتا ہے۔

ابتدائی تعلیم اپنے بڑے بھائی مولانا عنایت احمد سے حاصل کی۔ اور فارسی کی بقیہ کتب اپنے ماموں مولانا محمد تقی اور مولانا غوث محمد سے پڑھیں اس کے بعد ابتدائی صرف و نحو کی کتب مولانا محمد بخش رامپوری سے پڑھیں۔ ۱۲۶۱ھ میں تحصیل علم کے لیے دہلی کا سفر کیا اور چند دنوں قاضی احمد دین پنجابی سے پڑھا اور اسی سال مولانا مملوک علی سے پڑھنا شروع کیا مولانا محمد قاسم نانوتوی ۱۲۶۰ھ میں دہلی پہنچ چکے تھے اور مولانا مملوک علی سے تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ یہ دونوں شمس و قمر مولانا مملوک علی سے عرصہ تک پڑھتے رہے معقولات کی اونچی کتب صدر، شمس بازغہ میر زاہد قاضی وغیرہ ایسے پڑھتے جیسے حافظ منزل پڑھا کرتا ہے ذکاوت و ذہانت میں یہ دونوں صاحب دہلی میں مشہور ہو گئے تھے مولانا رشید احمد گنگوہی نے معقولات کی کچھ کتب مفتی صدرالدین سے پڑھیں۔ علم حدیث آپ نے ہندوستان میں خاندان ولی اللٰہی کے آخری چشم و چراغ عمدۃ العلماء راس الاتقیاء شاہ عبدالغنی محدث دہلوی و مہاجر مدنی سے حاصل کیا۔ الحاصل مولانا ۲۱ سال کی عمر میں تکمیل علوم کر کے وطن واپس آئے۔

مولانا رشید احمد حاجی امداد اللہؒ سے بیعت تھے اور ان کے خلیفہ مجاز تھے۔

مولانا رشید احمد جہاد آزادی ۱۸۵۷ء میں شریک رہے اور چند دن روپوش رہے لیکن بالآخر مخبر کی سراغ رسانی سے آپ حکیم ضیاء الدین کے مکان سے گرفتار کر لیے گئے۔ چند ماہ جیل میں رہے۔ رہائی کے بعد دارالعلوم دیوبند و مظاہر العلوم کی دو مشہور علمی و دینی چھاؤنیوں کی ترقی و فلاح میں مصروف ہو گئے۔ آپ نے تین حج کیے۔ پہلا حج ۱۲۸۰ھ میں دوسرا حج ۱۲۹۴ھ میں تیسرا حج ۱۲۹۹ھ میں کیا۔

علوم دینیہ و عربیہ میں مہارتِ تامہ حاصل تھی۔ فقہ و حدیث کے امام تھے۔ تمام عمر علوم دینیہ کی تعلیم دیتے بالخصوص احادیث کی کتب پڑھاتے گذری، اپنے زمانہ کے بے مثل فقیہہ تھے۔ آپ کے فتاویٰ ہندوستان و بیرون ہند نہایت وقعت و قبولیت کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔

انتقال۔ ۱۳ر جمادی الاول ۱۳۲۳ھ ہجری میں ہوئی۔

کمالات

فتاویٰ رشیدیہ آپ کے کمالاتِ علمی کی بہترین یادگار ہے۔ مشاہیر علماء نے آپ سے استفادہ علمی کیا۔ شیخ الہند مولانا محمود حسن شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی جیسی شخصیتیں آپ کے فیض صحبت سے فلک ہند کے نیر اعظم ہوگئے۔

آپ کے خلفاء میں ان حضرات کے علاوہ مولانا محمد مظہر نانوتوی، حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوری بھی شامل ہیں۔

(تلخیص از تذکرۃ الرشید مولفہ مولانا عاشق الٰہی (مطبوعہ محبوب المطابع دہلی سال طباعت درج نہیں) ص ۲۷۔۲۸، و تذکرۃ الرشید از مفتی عزیز الرحمان (قرآن محل کراچی ۱۹۶۴ء) ص ۱۰۵-۱۲۳ -

حاجی سیّد عابد حسینؒ

حاجی عابد حسین دیوبند کے سادات خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ مولانا محمد میاں مؤلف علماء حق کا شاندار ماضی' اسی سادات گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں۔ حاجی صاحب دارالعلوم دیوبند کے بانیوں میں سے ہیں۔ دارالعلوم دیوبند کے سب سے پہلے مہتمم بھی قرار پائے۔ کسی قدر تفصیلات گذشتہ صفحات میں گذر چکی ہیں۔ مولانا ذوالفقار علی نے الہدیۃ السنیہ میں حاجی صاحب کی دارالعلوم دیوبند کے قیام میں مساعی کا نہایت ہی ادیبانہ انداز میں ذکر کیا ہے۔

آپ کی ولادت ۱۲۵۰ھ مطابق ۱۸۳۴ء میں دیوبند میں ہوئی۔ نہایت متقی و پرہیز گار اور صاحبِ اثر بزرگ تھے۔ دارالعلوم کی مجلس شوریٰ کی رکنیت کے علاوہ تین مرتبہ دارالعلوم کا اہتمام آپ کے سپرد ہوا۔ مجموعی مدت دس سال ہوتی ہے رشد و ہدایت، تذکیر و تزکیہ قلوب کے علاوہ آپ کو "فن عملیات" میں زبردست ملکہ حاصل تھا۔ اوقات کے بیحد پابند تھے . سال تک آپ کی تکبیر اولیٰ فوت نہیں ہوئے۔

انتقال: ۲۷ ذوالحجہ ۱۳۳۱ھ ۱۹۱۳ء بروز پنجشنبہ ۸۱ سال کی عمر میں وفات پائی۔

مولانا رفیع الدّین

مولانا محمد رفیع الدین ۱۲۵۲ھ/۱۸۳۶ء میں پیدا ہوئے۔ حضرت شاہ عبدالغنی دہلوی کے مخصوص خلفاء میں تھے۔ گو علمی حیثیت بہت معمولی تھی لیکن انتظامی امور کا زبردست ملکہ حاصل تھا۔ قاری محمد طیب نے تاریخ دارالعلوم میں ان کے انتظامی اصول ہشتگانہ جو تحریر کئے ہیں اس سے اس بات کی تائید ہوتی ہے۔ ان اصول پر بطور تصدیق مولانا محمد قاسم نانوتوی، مولانا ذوالفقار علی اور حاجی عابد حسین کے دستخط ثبت ہیں۔

مولانا ذوالفقار علی نے اپنی عربی تصنیف الہدیۃ السنیہ میں ان کی خدمات کا مختصر تذکرہ کیا ہے۔

مولانا رفیع الدین کا شمار اپنے زمانہ کے اولیاء کاملین میں تھا۔ دو مرتبہ دارالعلوم کے مہتمم مقرر ہوئے پہلی مرتبہ ۱۲۸۴ھ ۱۸۶۸ء اور ۱۲۸۵ھ ۱۸۶۹ء میں حاجی صاحب کی غیبوبت میں اہتمام کی خدمات انجام دیں۔ پھر تین سال بعد ۱۲۸۸ھ ۱۸۷۲ء میں مستقل مہتمم قرار پائے اور ۱۳۰۶ھ، ۱۸۸۹ء کے اوائل تک اس منصب پر رہے۔ فن تعمیر میں بہت مہارت رکھتے تھے دارالعلوم کی عمارات آپ کی فن تعمیر میں مہارت پر شاہد ہیں مفتی عزیز الرحمان مفتی دارالعلوم دیوبند انہی سے بیعت تھے۔ پہلی مرتبہ ۱۲۸۶ھ بمطابق ۱۸۷۰ء میں حرمین کی زیارت کے لیے تشریف لے گئے۔ اور پھر واپس تشریف لے آئے۔ بعد ازاں حج اور انتقال دوبارہ ۱۳۰۶ھ بمطابق ۱۸۸۹ء میں آپ بقصد ہجرت مدینہ منورہ تشریف لے گئے اور وہیں دو سال بعد ۱۳۰۸ھ بمطابق ۱۸۲۱ء میں انتقال فرمایا اور جنت البقیع میں دفن ہوئے (تاریخ دیوبند از محبوب رضوی (ادارہ تاریخ دیوبند ۱۳۷۲ھ، ۱۹۵۲ء) صفحہ ۱۲۵، ۱۶۳، ۱۶۴)

منشی سیّد فضل حق دیوبندی

منشی سید فضل حق دیوبند کے خاندان سادات سے تھے۔ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہٗ سے شرف بیعت حاصل تھا۔ دارالعلوم کی مجلس شوریٰ کے ابتدائی ارکان میں تھے۔ ابتداءً حاجی عابد حسین صاحب کے زمانہ اہتمام میں سربراہ کار کے منصب پر مقرر ہوئے اور ۱۳۱۰ھ، ۱۸۹۳ء میں حاجی عابد حسین کے مستعفی ہو جانے پر مہتمم مقرر ہوئے اور تقریباً ایک سال اس خدمت کو سرانجام دے کر مستعفی ہوگئے۔ (انوار قاسمی از انوار الحسن مکتبہ سعدیہ مجددیہ لاہور بار اول ۱۹۶۹ء ص ۳۵۲)

باقی آئندہ

روزہ
مومن کے لئے ایک ڈھال ہے

افغان مجاہدین کے اتحاد کیلئے مولانا عبدالحق کی کوششیں

افغانستان میں روس سے برسرپیکار مجاہدین کی اکثر پارٹیوں میں باہمی اختلاف و افتراق پر شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک نے شدید تشویش کا اظہار کیا ہے۔ انہوں نے اس سلسلہ میں اتحاد کی مساعی کا آغاز کرتے ہوئے ایک سہ رکنی وفد مختلف زعماء کے پاس حسب ذیل پیغام دے کر بھیجا ہے۔ یہ وفد پچھلے ایک ہفتہ سے اہم لیڈروں سے اتحاد کی بنیادوں پر مذاکرات کر رہا ہے۔ مولانا عبدالحق صاحب مدظلہ نے ملک بھر میں اپنے مخلص تلامذہ اور علماء سے کمیونسٹوں کے خلاف اور افغانستان کے مسئلہ پر متفق و متحد ہونے کی اپیل کی ہے۔ مولانا کا پیغام حسب ذیل ہے:

گرامی قدر مجاہدین اسلام و حامیانِ دینِ متین زعماء جہاد افغانستان و جمیع رفقاء و مجاہدین ایدکم اللہ تعالیٰ

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ! مزاج گرامی! آپ حضرات کے مجاہدانہ اور سرفروشانہ کارنامے اس الحاد و دہریت و زندیقیت کے دور میں اسلام اور عالم اسلام کے لئے قرونِ اولیٰ کی یاد دلا رہے ہیں۔ بے سرو سامانی کے عالم میں ایک ایسی قوت جابرہ کا مقابلہ جو اس وقت پوری دنیا میں اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلیٰ کی مدعی ہے اور اللہ تعالیٰ کے وجود کو چیلنج کر رہی ہے اللہ تعالیٰ کی لامتناہیت امداد اور نصرت کے بغیر ناممکن ہے۔ ہم اگرچہ کمزور ہیں لیکن یقین جانئے کہ ہماری مخلصانہ دعائیں شب و روز آپ کے ساتھ ہیں۔

محترما! آپ خود علماء اور اہل علم ہیں بے اتفاقی، تشتت اور باہمی اختلاف کے بارے میں قرآن حکیم کی تصریحات، احادیث نبوی علیٰ صاحبہا الف الف صلوٰۃ اور مسلمانوں کی پوری تاریخ، عروج و زوال آپ سے پوشیدہ نہیں۔ اس کا اعادہ آپ حضرات کے سامنے تحصیل حاصل کے مترادف ہے۔ میں آپ کو خالق کائنات کا واسطہ دے کر یہ کہنا چاہتا ہوں کہ آپ لوگوں کا اختلاف صرف دو افراد، دو گروہوں، دو جماعتوں کا اختلاف نہیں بلکہ اس سے عالم اسلام ٹکڑے ٹکڑے ہو رہا ہے۔ آپ اس حقیقت سے خوب واقف ہیں کہ آپ کا جہاد کسی ایک سرزمین کا نہیں اس کا جغرافیائی حدود سے کوئی تعلق نہیں بلکہ یہ ایک نظریاتی جنگ ہے جس کو بجا طور پر عالم اسلام کی جنگ قرار دیا جا سکتا ہے اور آپ صرف افغانستان کے لئے نہیں بلکہ تمام عالم اسلام کے لئے لڑ رہے ہیں۔ صرف میں اور میرا دارالعلوم نہیں۔ پاکستان کے تمام علماء کرام، عوام اور تمام عالم اسلام اس سے سخت پریشان ہیں۔ آپ کی معمولی ناچاقی شماتت اور نصرت الٰہی کے انقطاع کا ذریعہ بن رہی ہے۔ مسلمانوں کی تباہی اور بربادی کا باعث یہی باہمی افتراق ہے۔ اس وقت جو مقام جہاد و عزیمت اللہ تعالیٰ نے آپ کو دیا ہے اسے خدانخواستہ اس لغزش سے اگر کچھ بھی گزند پہنچا تو اس کی ذمہ داری اللہ (تعالیٰ)، اس کے رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ و اصحابہ وسلم) اور مسلمانوں کے نزدیک آپ حضرات پر ہوگی۔ پاکستان کے تمام علماء کرام کی جانب سے آپ سے دست بستہ درخواست کرتا ہوں کہ للہ ان اختلافات کو بلا تاخیر ختم کیجئے۔ اس وقت میں اپنے بیٹے برخوردار مولانا سمیع الحق اور ڈیرہ اسمٰعیلخان کے مشہور عالم دین قاضی عبداللطیف صاحب کلاچوی اور راولپنڈی کے معروف عالم دین برخوردار قاری سعید الرحمٰن صاحب کو بطور خصوصی وفد اس غرض سے آپ کی خدمت میں بھیج رہا ہوں اور صمیم قلب

(باقی پر)

سے دعاگو ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس مشکل کو آسان فرما دے۔ "وھو میسّر لکل عسیر" اور اگر ضرورت پڑی تو انتہائی کمزوری اور بیماری کے باوجود خود بھی حاضری سے دریغ نہیں کروں گا۔ میرا ارادہ ہے کہ مجاہدین کی بھرپور امداد اور حمایت کے لئے عنقریب پاکستان اور خصوصاً سرحد و بلوچستان کے علماء اور اہل درد حضرات اور صلحاء سے بھی رابطہ کروں۔ اور اس سلسلہ میں آج تک جو کسل واقع ہوا ہے اللہ تعالیٰ معاف فرمائے۔ اس کی تلافی کے لئے بھی ان سے مشورہ کروں۔

عبدالحق عفی عنہ

مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

بقیہ، اداریہ

اور اس کے بعد ۱۴۰۰ھ کا المیہ ہمیں ہلکا محسوس ہوگا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے حفظ و امان میں رکھے، عمل صالحہ کی توفیق دے، اپنی غلطیوں اور گناہوں کی تلافی کی توفیق بخشے اور باوقار قوم کی طرح دنیا میں

آنکھوں کی وبائی امراض

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات پر عمل کیجئے

تحریر: ڈاکٹر خالد غزنوی

کراچی میں ہر تیسرے سال آنکھ کی سوزش باہر سے درآمد ہوتی ہے۔ پہلے اس شہر کے لوگ بیماریوں کا شکار ہوتے ہیں۔ پھر آنے جانے والوں کے ذریعہ پورے پاکستان میں پھیلتی ہے۔ ان دنوں لاہور میں حالت یہ ہے کہ گھر میں بچہ چلا افراد مبتلا پڑے ہیں۔ کہیں سے ایک کو لگی تو پھر پورا محلہ لپیٹ میں آگیا۔ کہتے ہیں کہ بیمار کی آنکھوں کی جانب دیکھیں تو بھی بیماری لگ جاتی ہے۔ یہ مفروضہ غلط ہے بیماریاں نظر یا الیکٹرانک ذرائع سے نہیں لگتیں۔ ہر بیماری کے پھیلنے کا طریقہ اسی طرح ہوتا ہے۔ جیسے چیچک، خناق مریض کے سانس کے سامنے آنے سے ہوتی ہے۔ اسی طرح آنکھ کی یہ سوزش مریض کی آنکھ سے بہتے پانی سے ہوتی ہے جو جراثیم آلود پانی آلودہ رومال، تکیہ، مریض کا قلم، ٹیلیفون استعمال کرنے سے یا مصافحہ کرنے کے ذریعے ایک دوسرے تک جاتے ہیں مئی کے آخری دنوں میں ہر شخص یہ جانتا تھا کہ ان دنوں کراچی آشوب چشم کی وبا کی لپیٹ میں ہے۔ بیماری کے پھیلاؤ کو روکنے میں افسوس کا مقام ہے کہ ہمارے ملک کے ڈاکٹروں نے کوئی کارنامہ سرانجام نہیں دیا۔ ورنہ کراچی کی وبا کو وہیں تک محدود رکھنے کی کئی صورتیں تلاش کی جا سکتی تھیں۔

حضور رسالت ﷺ میں جب طاعون پھیلنے کا ذکر آیا تو عبدالرحمان بن عوفؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

جب تم کسی شہر میں طاعون کی وباء کے بارے میں سنو تو مت وہاں جاؤ۔ اگر تم اس شہر میں موجود ہو تو پھر وہاں سے باہر مت نکلو۔

اس حدیث میں بیماریوں کے پھیلاؤ اور وباؤں کی روک تھام کا ایک ایسا اصول بیان فرما دیا گیا ہے جس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔ ہم اپنے حالات اور شہروں کی مرکزی حیثیت کے مطابق اس اصول کو اپنی ضرورت کے مطابق ترتیب دے سکتے تھے مگر ہم نے اس اہم اصول کو فراموش کر کے دوا ساز کمپنیوں کے کاروبار میں اضافہ کا باعث بن رہے ہیں۔

تحقیقات سے معلوم ہوا ہے کہ آنکھوں کی سوزش جراثیم کی ایک ایسی قسم سے ہوتی ہے جو اتنی چھوٹی ہے کہ عام خوردبین سے بھی ان کو دیکھا نہیں جا سکتا۔ ان کو وائرس کہتے ہیں۔

آنکھ میں سوزش اور سرخی کو رفع کرنے کے لئے CORTISONE نے مرکبات بڑی شہرت رکھتے ہیں اس لئے علاقائی علاج کے اصول پر ڈاکٹر ایسی تمام حالتوں میں کورٹی سون کے قطرات دو دو گھنٹے بعد ڈالنے کا مشورہ دیتے ہیں۔ کورٹی سون خطرناک دوائی ہے چالیس کی عمر کے بعد جب کالے موتیا کا اندیشہ ہوتا ہے یہ بینائی کو غارت کر سکتی ہے۔ کورٹی سون کا زیادہ استعمال بصارت کو روز بروز کمزور کر دیتا ہے۔ کورٹی سون کا استعمال ٹینک کے نمبر کو ایک ڈگری بڑھا دیتا ہے۔ یہ دوائی آجکل بے تحاشا استعمال کی جا رہی ہے۔ لوگ تلاش میں مارے مارے پھر رہے ہیں اور دوائی نہیں ملتی۔ سنا ہے کہ سات روپے والی ٹیوب ۵۰/۔ تک بک گئی ہے۔ میرے بچے بیمار ہوتے اور ان کو کورٹی سون کی ایک محدود مقدار اور جراثیم کش ادویہ سات روز دی گئیں کوئی فائدہ نہ ہوا اسی طرح پچاسوں اور مریض بھی دیکھے گئے جن کے مرض کے عرصہ میں کورٹی سون سے کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی۔ کہتے ہیں کہ کورٹی سون علاج نہیں صرف آئندہ کی پیچیدگیوں سے محفوظ کرتی ہے اور وہ پیچیدگیاں جو کورٹی سون سے پیدا ہوتی ہیں ان کا علاج کیا ہے!

طب نبوی سے علاج

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری رہبری کے لئے صحت اور تندرستی کے بارے میں بڑے جامع ارشادات صادر فرماتے ہیں، سرکار نے اس دوران آشوب چشم کو فراموش نہیں فرمایا۔

سعید بن زیدؓ روایت فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کھمبی اس من وسلویٰ کا حصہ تھی جو بنی اسرائیل پر اتارا گیا۔ اس کا پانی آنکھ کی بیماریوں میں شفا ہے۔ (بخاری۔ ابن ماجہ)

کھمبی پاکستان میں خود رو پودہ ہے جو برسات کے دنوں میں باغات اور جنگلوں میں بڑی کثرت سے پیدا ہوتا ہے

ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ کھمبی کا پانی آنکھ کے لئے شفا ہے۔

سرکار دو عالم کے اس ارشاد گرامی کا اب عملی حصہ دیکھئے میں نے کھمبی کا پانی نکال کر ایک شیشی میں رکھ لیا۔ میری ایک لونڈی تھی جس کی آنکھیں خراب تھیں میں نے اس کی آنکھوں میں کھمبی کا پانی ڈالا تو آنکھیں تندرست ہو گئیں

آنکھوں کی اس بیماری میں سوزش اور ورم کی وجہ سے آنکھیں چرچی ہو جاتی ہیں اور ان سے پانی بہتا ہے اس لئے کھمبی کا اثر یقینی ہے۔

علم نباتات کی رو سے کھمبی پھپھوندی کی اقسام میں سے ہے۔ ہماری تمام جدید جراثیم کش ادویہ یعنی پینسلین وغیرہ پھپھوندی سے بنتی ہیں۔ اس لئے علم الادویہ کی رو سے کھمبی کا جراثیم پر اثر انداز ہونا اصولاً درست ہے میں نے اپنی آنکھوں میں کھمبی کا پانی ڈالا اور میرا آشوب دو روز میں ٹھیک ہو گیا۔ جب کہ جدید علاج کے مریض ہفتہ بھر مبتلا رہے۔

عبداللہ بن مسعودؓ کی بیوی کی آنکھیں دکھنے آئیں تو انہوں نے ارشاد نبوی کی تعمیل میں انہیں آنکھوں کو بار بار دھونے کی تاکید فرمائی۔ (ابن قیم۔ طب نبوی)

بارگاہ رسالت ﷺ کے ان جواہر پاروں کو آزمایا گیا اور آنکھوں کو ٹھنڈے پانی سے دھونے، کھمبی کا پانی ڈالنے کے ساتھ ساتھ ہم نے ایک اور حدیث گرامی سے یوں فائدہ اٹھایا۔

عبداللہ بن عمرؓ روایت فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اپنے اوپر ان کالے دانوں (کلونجی) کو لازم کر لو کہ ان میں موت کے علاوہ ہر بیماری سے شفا ہے۔ (ابن ماجہ)

زیادہ شدید بیماریوں کو شہد میں نصف چمچ کلونجی دن میں ایک مرتبہ دی گئی اور آشوب چشم دو روز میں ٹھیک ہو گیا۔ مقابلہ کر کے دیکھ لیجئے کہ اسلام کا طریقہ زیادہ جامع جدید اور موثر ہے۔

بچوں کا صفحہ

محمود اور ایاز

تحریر: جنید شہزاد

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ سلطان محمود غزنوی دربار میں اپنے تخت پر جلوہ افروز تھے اتنے میں ایاز آگیا۔ محمود غزنوی نے فرطِ محبت سے ایاز کو سینے سے لگا لیا۔ دربار کے امیروں، وزیروں کو یہ بات سخت ناگوار گزری کہ ہمارے سامنے ایک معمولی غلام کو اتنی عزت دی جاتی ہے۔ اہل دربار میں سے ایک نے جرأت کرتے ہوئے اُٹھ کر عرض کی۔ حضور! جان کی امان پاؤں تو ایک بات عرض کروں۔ بادشاہ نے کہا ہاں کہو کیا بات ہے؟ درباری نہایت ادب اور احترام سے بولا۔ حضور! ہم آپ کے بہی خواہ ہیں، آپ کے درباری ہیں۔ حضور! ہمارے مقابلہ میں ایک غلام کی اتنی عزت اور پاسداری کرتے ہیں اور ہمیں بالکل نظر انداز کر دیتے ہیں اس سے ہمارے دل کچھ افسردہ ہو جاتے ہیں۔

سلطان محمود غزنوی نے کہا ہم کسی دن اس سوال کا جواب ضرور دیں گے۔ آخر ایک دن بادشاہ نے شکار پر چلنے کا حکم دیا اور ایاز سے کہا تم بھی تیار ہو جاؤ جب بادشاہ سلامت امیروں، وزیروں کی معیت میں جنگل میں پہنچے تو اچانک انہوں نے گھوڑے کو ایڑ لگا دی۔ گھوڑا ہوا سے باتیں کرنے لگا۔ ساتھ ہی ہیرے جواہرات کی ایک صندوقچی اس انداز سے گرا دی کہ کسی کو یہ احساس نہ ہو کہ جان بوجھ کر گرائی گئی ہے۔ امیروں، وزیروں نے جب قیمتی ہیرے گرتے دیکھے تو انہوں نے گھوڑے روک لیے اور ہیرے چننے شروع کر دیئے مگر ایاز بادشاہ کے پیچھے سرپٹ گھوڑا دوڑاتا ہوا جا رہا تھا۔ کچھ فاصلہ پر جا کر بادشاہ نے گھوڑا روک لیا اور ایاز بھی وہاں جا کر رک گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد امیر وزیر بھی وہاں پہنچ گئے۔

سلطان محمود نے پوچھا کیا وجہ تھی کہ تم پیچھے رہ گئے انہوں نے عرض کی کہ حضور! آپ کے جواہرات گر گئے تھے۔ ہم انہیں چننے کے لیے رک گئے تھے اس لیے پیچھے رہ گئے۔ سلطان نے ایاز سے پوچھا کیوں ایاز! تم نے جواہرات گرتے نہیں دیکھے تھے۔ ایاز نے مؤدبانہ جواب دیا۔ حضور! میں نے بھی جواہرات گرتے ضرور دیکھے تھے لیکن میں نے حضور کو تنہا چھوڑنا گوارا نہ کیا اور اس خیال سے آپ کے پیچھے پیچھے چلا آیا۔ کہ جنگل میں کوئی جانور حضور کو نقصان نہ پہنچائے یہ تمام لوگ ہیروں پر قناعت کر گئے میں نے اس سے بڑھ کر ہیروں اور جواہرات کے مالک کا انتخاب کر لیا۔

سلطان محمود نے امراء اور وزراء کو خطاب کرتے ہوئے کہا۔ لو آج تمہیں تمہارے سوال کا جواب مل گیا۔ کہ میں کس لیے ایاز سے محبت کرتا ہوں۔ تم نے جواہرات کو عزیز جانا۔ ایاز نے مجھے عزیز جانا۔ تم نے جواہرات حاصل کر لیے۔ ایاز نے محمود کو حاصل کر لیا۔ تمام درباری خاموش ہو گئے انہوں نے ندامت سے سر جھکا لیے۔

استاد کا ادب

تحریر: امجد رشید لاہور

ہارون الرشید بہت مشہور بادشاہ گزرا ہے۔ بغداد اس کا دارالحکومت تھا اس بادشاہ کے دو بیٹے تھے۔ ایک کا نام امین اور دوسرے کا نام مامون تھا ایک دن دونوں لڑکے اپنے استاد کے پاس بیٹھے پڑھ رہے تھے کہ اتفاق سے استاد کو کسی کام کے لیے اٹھنا پڑا۔ دونوں لڑکے استاد کی جوتیاں سیدھی کرنے کے لیے آگے بڑھے ایک کہتا تھا میں جوتیاں سیدھی کروں گا دوسرا کہتا تھا میں سیدھی کروں گا۔ قریب تھا کہ ان کا تکرار بڑھ جائے مگر استاد نے یہ کہکر جھگڑا چکا دیا کہ بڑا لڑکا دایاں پاؤں سیدھا کرے اور چھوٹا لڑکا بایاں پاؤں۔ دونوں لڑکے بڑے ہو کر نہایت نیک حکمران ثابت ہوئے خاص طور پر مامون الرشید بہت نامور خلیفہ بنا۔ اور تاریخ میں اس نے اپنا نام پیدا کیا۔ پیارے بچو! تم بھی استاد کا ادب کیا کرو۔

- جامعہ ۱۹۴۲ء سے بلوچستان میں علمی و تبلیغی خدمات سرانجام دے رہا ہے۔
- جامعہ میں اٹھارہ ماہر اساتذہ و عملہ طلبہ کی تعلیم و تربیّت میں مصروف ہیں۔
- جامعہ کا سالانہ خرچہ پانچ لاکھ روپے کے لگ بھگ اور جامعہ حسابات باقاعدہ آڈٹ ہوتے ہیں
- جامعہ حفظ و قرأت اور مکمل درس نظامی، ذریعہ تعلیم اردو اور جامعہ وفاق المدارس سے منسلک ہے۔
- جامعہ کی سند محکمہ تعلیم میں منظور شدہ اور جامعہ کو دی گئی رقومات انکم ٹیکس سے مستثنیٰ ہیں۔
- جامعہ میں ۲۶ پختہ کمرے اور بارہ لاکھ روپے کی لاگت سے ایک عظیم الشان جامع مسجد زیر تعمیر ہے۔
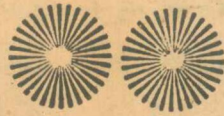
(مولانا) حافظ حسین احمد ناظم اعلیٰ جامعہ عربیہ مطلع العلوم (رجسٹرڈ) بروری روڈ

کوئٹہ بلوچستان — فون: ۷۴۵۴۳